آزادی

پانچ خوفناک برائیاں

قرآن وسنت کی بالادستی......

جدوجہد آزادی کا نیا باب؟

مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے

سرحدوں کی حفاظت

یوگوسلاویہ کا خونین ڈراما

کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

# قیامِ پاکستان اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ

پاکستان اِسلامی مملکت کی حیثیت سے 14 اگست 1947ء کو اس وقت دنیا کے نقشہ پر اُبھرا جب عالمی سیاست میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہورہی تھیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مغرب کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مشرقی ممالک جن میں اکثریت اسلامی ملکوں کی تھی، وہ آزادی حاصل کرنے کی غرض سے سرگرمِ عمل تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے مبارک عہد میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی مملکت کے بعد، پاکستان دوسری مسلم ریاست ہے، جو عقیدۂ توحید کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی غرض سے معرضِ وجود میں لائی گئی۔ اِس مملکتِ خداداد کا نصب العین یہ ہے کہ اس سرزمین میں اخوت ومساوات اور حریّت کے انسانیت پَرور اسلامی اصولوں کی روشنی میں معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جائے، تاکہ پاکستانی عوام پہلے خود اسلامی دستورِ حیات کی دولت سے متمتع ہوں، پھر دنیائے اسلام کے اِتحاد، اُس کی ترقی اور خوش حالی کے ضمن میں روایتی اسلامی کردار ادا کریں۔

نظریۂ پاکستان درحقیقت عالمِ اسلام میں ملت کے حقیقی تصور کے احیاء کی تمہید ہے۔ اس اعتبار سے دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلم ممالک کا باہمی اتحاد اور نتیجتاً عالمی امن وخوشحالی پاکستان کے وجود سے لازم وملزوم ہیں۔

اِس مملکت کے اِنہی بلند مقاصد کے پیش نظر تمام اسلامی ممالک کی نظر میں، پاکستان اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ متصور ہے، جسے ابھی حقیقت بننا ہے۔

نظریۂ پاکستان اور اُس کے عملی پہلو

مطیع اللہ محمود

# سورۃ الانعام

(آیات:151۔152)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾

”کہہ کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (اُن کی نسبت اُس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ حسن) سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور اُن کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ اُن کے پاس نہ پھٹکنا۔ اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا۔ مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے)۔ ان باتوں کا وہ تمہیں ارشاد فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریقے سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو گو وہ (تمہارا) رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

اے پیغمبر ﷺ کہہ دیجیے، آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے رب نے تمہارے لیے کیا حرام کیا ہے، اُس کے کیا احکام ہیں۔ یہ بات سورۃ بنی اسرائیل کے دو رکوعوں میں تفصیل سے آئے گی، یہاں ایک رکوع میں اس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے کہ اصل دین کیا ہے، دین کی بنیاد کیا ہے۔ تم نے تو اونٹ کو حرام سمجھا کہ یہ فلاں بت کے لیے ہے یا کوئی اور چیز جو اللہ نے حرام نہیں کی وہ حرام سمجھ رکھی ہے۔ سنو اللہ کا سب سے بڑا حکم یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ تیسرا مقام ہے کہ جہاں حقوق اللہ کے فوراً بعد حقوق والدین کا تذکرہ ہے۔ اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو کہ ہمارا اپنا پیٹ نہیں بھر رہا، ان کو کیسے پالیں گے۔ ان کو بتائیے، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں، انہیں بھی دیں گے۔ اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ خفیہ ہوں یا علانیہ۔ اور اُس جان کو مت قتل کرو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا، مگر حق کے ساتھ۔ یعنی اگرچہ قتل جائز نہیں، مگر قتل عمد کے بدلہ میں قاتل کے لیے قتل کی سزا ہوگی، پھر یہ کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، اِسی طرح شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کریں تو اُن کے لیے بھی رجم اور قتل کی سزا ہے۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کی اللہ تمہیں تاکید کر رہا ہے۔ یہ دین کی بنیادیں اور تمدن اور اخلاق کے ضابطے ہیں اور یہ اِس لیے سمجھائے جا رہے ہیں، تا کہ تم عقل سے کام لو۔

اور یتیم کے مال کے قریب نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے۔ اس کی تفصیل سورۃ البقرہ میں آ چکی ہے۔ یتیم کے مال کی حفاظت کرو، یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائے، سمجھدار ہو جائے۔ اور ناپ اور تول پورا رکھو عدل و انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی بھی جان کو اِس کی استطاعت سے بڑھ کر نہیں ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ یعنی اگر انسان سے بغیر ارادے کے کوئی کمی بیشی ہو جائے تو وہ قابل مواخذہ نہیں، ہاں جان بوجھ کر ذرا سی بھی کوتاہی ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اُسے آخرت پر یقین نہیں یا اس بات پر ایمان نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور اس کا اِس سے مواخذہ ہوگا۔ اور جب بات کرو تو عدل و انصاف سے کام لو خواہ معاملہ قرابت داری کا ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ کے نام پر کھائی ہوئی قسم کو پورا کرو۔ انسان نے سب سے پہلے جو عہد اللہ سے کیا (یعنی عہد الست) اس کو پورا کرو۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے اقرار کو نبھاؤ۔ اِن چیزوں کی اللہ تمہیں اس لیے تاکید کر رہا ہے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

# دنیا کی زندگی

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ: ((مَالِيْ وَمَا لِلدُّنْيَا مَا اَنَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوئے، جب اٹھے تو آپؐ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان ابھرے ہوئے تھے۔ ہم نے یہ دیکھ کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کاش، ہم آپؐ کے لیے کوئی آرام دہ بستر تیار کر پاتے! آپؐ نے فرمایا: ”مجھے دنیا کے عیش و آرام سے کیا غرض! میرا تو دنیا سے تعلق بس اس سوار (مسافر) جتنا ہے کہ گھڑی دو گھڑی، درخت کے سایہ میں رکا اور پھر درخت کو جوں کا توں چھوڑ کر اپنی راہ چل دیا!“۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

# ندائے خلافت

جلد 17 — 14 تا 20 اگست 2008ء — 11 تا 17 شعبان 1429ھ — شمارہ 32

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
**ایوب بیگ مرزا**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# آزادی

14 اگست 1947ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ یوں اُس نے اپنی آزادی کے اکسٹھ سال مکمل کر لیے۔ دنیا میں عام طور پر آزادی کی تاریخ یہ ہوتی ہے کہ مقامی لوگ بیرونی قابض کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں، جان اور مال کی قربانی دیتے ہیں۔ سیاسی جدوجہد سے یا میدان جنگ میں قابض افواج کو شکست دے کر آزادی حاصل کر لی جاتی ہے۔ مسلمانانِ ہند کا معاملہ مختلف تھا۔ انگریز کو ہند سے نکالنے اور برصغیر کو آزاد کرانے میں ہندو اُس کا پارٹنر تھا، جو ہر لحاظ سے بڑا اور سینئر پارٹنر تھا۔ ہندو اور مسلمان ایک ہزار سال سے ایک ملک کے باسی ہونے کی حیثیت سے اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے۔ مسلمان ہندو کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھا۔ 1937ء کے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے کانگرس نے مختلف صوبوں میں حکومتیں قائم کیں۔ اِن حکومتوں نے مسلمانوں سے جو سلوک روا رکھا، اس سے مسلمانوں کو اندازہ ہو گیا کہ ہم انگریز سے آزادی حاصل کر کے ہندو کی غلامی میں چلے جائیں گے۔ لہٰذا مسلمانوں نے اپنے لیے الگ مملکت حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ یعنی مسلمانوں کو دو محاذوں پر جدوجہد کرنی پڑی، انگریز کو برصغیر سے نکال باہر کرنا اور بڑے "بھائی" سے اپنا حصہ الگ وصول کرنا۔ انگریز تو برصغیر چھوڑنے کا فیصلہ کر ہی چکا تھا۔ لہٰذا اصل جنگ، آزادی حاصل کرنے والے دونوں پارٹنروں کے درمیان لڑی گئی۔

ہندو کی تاریخ یہ ہے کہ وہ اپنی زمین سے بندھا رہا۔ سمندر کو پار کرنا ہندومت کے مطابق گناہ کا درجہ رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انیسویں صدی میں ہندوستان سے باہر ہندو بہت کم نظر آتا ہے۔ ہندو کے لیے ہندوستان کی حیثیت گاؤ ماتا کی ہے۔ اہلِ ہند کا پرانا مقولہ تھا: زمین زمیندار کی ماں ہوتی ہے۔ ہندو گاؤ ماتا اور اپنی ماں کے ٹکڑے ہوتے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ اسی لیے گاندھی جو بظاہر اُسیکولر اور حقیقتاً مہا ہندو تھا، اس نے گرجتے ہوئے یہ کہا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا۔ مسلمانانِ ہند کا جنون ملاحظہ ہو کہ مہاتما گاندھی نے اپنی زندہ اور جاگتی آنکھوں سے پاکستان بنتا دیکھا۔ اگرچہ مسلمانوں کو جان، مال اور عزت کی صورت میں بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑی اور انسانی تاریخ کی عظیم ترین ہجرت وقوع پذیر ہوئی۔ بہرحال ہم نے اکسٹھ سال پہلے عالمی سپر قوت انگریز کو ہندوستان سے نکال کر اور ہندو سے اپنا حصہ بزورِ بازو چھین کر پاکستان نامی آزاد اسلامی ریاست قائم کر لی۔ لیکن حالات نے ثابت کیا کہ ہم نے جھوٹ بولا تھا۔ ہم نے منافقت کی تھی اور ہم نے دغا بازی سے کام لیا تھا۔ کچھ لوگ تو صاف مکر گئے کہ ہمارا مقصد ایک اسلامی ریاست کا قیام نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا ایک ملک بنانا مقصود تھا، جنہیں متحدہ ہندوستان میں غالب ہندو اکثریت سے سماجی، سیاسی اور خاص طور پر معاشی استحصال کا خطرہ تھا۔

آئیے، کچھ دیر کے لیے اس جھوٹ کو سچ تسلیم کر لیں کہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے سیاسی، سماجی اور معاشی استحصال سے بچانے کے لیے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان بننے کے بعد مسلمانانِ پاکستان کی عظیم اکثریت سیاسی' سماجی اور معاشی استحصال سے بچ سکی۔ اس فرق کے ساتھ کہ وہ استحصال ہندو اکثریت نے نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے اُس اقلیتی ٹولے نے کیا جس نے انگریز کی کاسہ لیسی سے جاگیریں حاصل کر لی تھیں یا وہ لوگ جنہیں انگریز اور ہندو کے چلے جانے سے سویلین اور فوجی مناصب حاصل ہو گئے۔ اس حکمران ٹولے نے جس ظالمانہ انداز میں عوام کی اکثریت کا استحصال کیا کوئی غیر بھی نہ کرتا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ قبل از تقسیم مسلمانانِ ہند کی مالی حالت بہت پتلی تھی۔ اب صنعتوں کا جال بچھ گیا ہے' شاندار عمارتیں تعمیر ہو گئی ہیں' بڑی بڑی شاہراہیں اور موٹر ویز بن گئے ہیں' جہازی سائز کے پلازے آسمان کو چھو رہے ہیں' (باقی صفحہ 19 پر)

# روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے

[بالِ جبریل]

کھول آنکھ ، زمیں دیکھ ، فلک دیکھ ، فضا دیکھ!
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ!
ایامِ جُدائی کے ستم دیکھ ، جفا دیکھ!
بے تاب نہ ہو ، معرکۂ بیم و رجا دیکھ!

یہ نظم دراصل سابقہ نظم کا تتمہ ہے۔ مقصد اس سے اِس حقیقت کا اظہار ہے کہ انسان اور کائنات میں ایک حیرت انگیز مطابقت اور موافقت پائی جاتی ہے۔ مثلاً اگر انسان میں دیکھنے کی صلاحیت ہے تو کائنات میں روشنی بھی موجود ہے۔ اگر انسان میں حُسن کی قدردانی کا جذبہ ہے تو کائنات میں حسین اشیاء بھی موجود ہیں۔ اگر انسان میں تحقیق کا مادہ ہے تو کائنات میں تحقیق و تفتیش کا سامان بھی موجود ہے۔ اگر انسان بیمار ہوتا ہے تو کائنات میں ادویہ بھی موجود ہیں۔ اقبال نے روحِ ارضی کی زبان سے اِس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ دنیا میں حضرت انسان کو مخفی صلاحیتوں کے بروئے کار آنے کے لیے وسیع ترین میدان موجود ہے۔ چنانچہ روحِ ارضی یا کائنات کی رُوح انسان سے کہتی ہے:

اے انسان! تُو زُبدۂ کائنات اور اشرف المخلوقات ہے۔ تیرا فریضۂ حیات یہ ہے کہ زمین، آسمان، اجرامِ فلکی، فضائے محیط، طلوع و غروبِ آفتاب، غرضیکہ جملہ مظاہرِ فطرت کا مشاہدہ کرے۔ جب تُو مظاہرِ فطرت کا مطالعہ کرے گا تو تجھے ضرور اللہ کی ہستی کا یقین ہو جائے گا۔ ''ایامِ جُدائی کے ستم'' سے اقبال کی مُراد یہ ہے کہ انسان کا اصلی وطن عالمِ لاہوت ہے۔ اِس عالم میں وہ بطور مُسافر ایک معینہ مدت کے لیے ہے، اور یہاں آنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اِس دنیا میں جدوجہد اور سعی پیہم کے ستم برداشت کر کے اپنی خودی کو مرتبۂ کمال تک پہنچا دے۔

ہیں تیرے تصرّف میں یہ بادل ، یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک ، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ ، یہ صحرا ، یہ سمندر ، یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ!

اے انسان! یہ ساری کائنات...... بادل، ہوائیں، فضائیں، گھٹائیں، پہاڑ، سمندر، دریا، چاند، سورج، ستارے...... تیری خادم، مطیع اور فرماں بردار ہے۔ اللہ نے اسے تیری خدمت کے لیے پیدا کیا ہے۔ پس تیرا فرض ہے کہ تُو اس کی پوشیدہ طاقتوں پر بھروسا کر کے، اس کو مسخر کرے اور اس پر حکمران ہو جا۔

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے!
دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے!
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر، اثرِ آہِ رسا دیکھ!

اے انسان! اللہ نے تجھ میں وہ طاقت ودیعت فرما دی ہے کہ زمانہ تیری آنکھوں کے اشارے سمجھ سکتا ہے، یعنی تُو اِس کائنات پر اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق حکومت کر سکتا ہے۔ اِس مقصد کے لیے اللہ نے تجھے دو زبردست قوتیں عطا کی ہیں: غیر محدود تخیل (فکر) اور آہِ فلک رس (ذکر)۔ انسان فکر اور ذکر کی تربیت حاصل کرے، تو اسی کو اقبال تعمیر خودی سے تعبیر کرتے ہیں، تو ساری کائنات اس کے زیرِ نگیں ہو سکتی ہے۔

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گِل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

اے انسان! تیرے اندر اللہ نے محبت کی جو آگ روشن کر دی ہے، اُس کی ایک چنگاری خورشیدِ جہاں تاب سے زیادہ منور اور درخشاں ہے۔ نیز تجھے تخلیق و ایجاد کی ایسی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ تُو اگر چاہے، یعنی کوشش کرے تو نئی دنیا پیدا کر سکتا ہے۔ اے انسان! اللہ نے تجھ میں وہ قوتیں ودیعت کی ہیں کہ تُو اپنی سعی پیہم سے اِس دنیا کو رشکِ فردوس بنا سکتا ہے۔ ''خونِ جگر'' اقبال کی پسندیدہ اصطلاح ہے اور اس سے مُراد ہے جدوجہد، حسنِ عمل یا جذبۂ جہاد۔ چنانچہ ٹیپ کے مصرعے میں انہوں نے خود تشریح کر دی ہے: اے پیکرِ گِل! کوششِ پیہم کو جزا دیکھ

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے
تو جنسِ محبت کا خریدار ازل سے
تو پیرِ صنم خانۂ اسرار ازل سے
محنت کش و خونریز و کم آزار ازل سے
ہے راکبِ تقدیرِ جہاں تیری رضا دیکھ!

اے انسان! اپنی حقیقت سے آگاہی حاصل کر، تاکہ تُو اپنا اصل مقام حاصل کر سکے۔ سُن! خُدا نے تیرا خمیر محبت کے جوہرِ پاکیزہ سے تیار کیا ہے۔ محبت تیری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ جیسے ''شاخِ گُل میں بادِ سحرگاہی کا نم''۔ چونکہ تُو خود عاشق ہے، اس لیے جنسِ محبت کا خریدار بھی ہے۔ تجھے اللہ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ تُو اسرارِ عشق سے آگاہ ہو سکتا ہے، یعنی صحبتِ مرشد کی بدولت ''پیرِ صنم خانۂ اسرارِ محبت'' کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے، اور اِس محبت (رسول ﷺ) کی بدولت تُو اللہ کا محبوب بن سکتا ہے، اور اِس مقام پر پہنچنے کے بعد تیری مرضی اِس کائنات پر حکمران ہو سکتی ہے۔ اقبال نے اِس مضمون کو یُوں ادا کیا ہے: ؏ خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

❁❁❁❁❁

# پانچ خوفناک برائیاں

## جو قوموں کو تباہ کر دیتی ہیں

### ایک حد درجہ جامع حدیثِ رسول ﷺ کی تشریح و توضیح

**مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 8 اگست 2008 کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

[سورۃ الروم کی آیت 41 کی تلاوت، حدیث زیر درس کے بیان اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! دو جمعوں کی غیر حاضری کے بعد آج پھر آپ سے مخاطب ہوں۔ قبل ازیں دورِ فتن کے حوالے سے احادیث مبارکہ کی رہنمائی پر گفتگو ہو رہی تھی۔ آج بھی ان شاء اللہ اسی موضوع کو آگے بڑھاؤں گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (الروم)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔''

آج آپ دیکھ لیں، ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ لگی ہوئی ہے۔ یہ فساد کئی شکلوں میں ظاہر ہوا ہے۔ کہیں اس کی صورت قحط سالی ہے۔ کہیں یہ سیلاب کی تباہ کاریوں کی شکل میں ہے۔ کہیں زلزلے اور سمندری طوفان آرہے ہیں، اور کہیں باہمی قتل و غارت اور جنگ و جدال کا سلسلہ چل رہا ہے اور انسان اپنی ہی نوع کے انسانوں کے گلے کاٹ رہا ہے۔ قرآن بتا رہا ہے کہ یہ فساد انسان کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے۔ یہ اُس کے سیاہ کرتوت ہیں، جن کے سبب اُسے اس صورتحال کا سامنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان پر جو ارضی و سماوی آفات آتی ہیں، وہ خود اس کے اعمال بد کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ سزا و جزا کا اصل مقام آخرت ہے، اصل سزا تو وہیں ہوتی ہے، تاہم دنیا میں بداعمالیوں کے نتیجے کے طور پر سزا کے کچھ جھٹکے اس لیے دیئے جاتے ہیں، تاکہ لوگ جاگ جائیں، اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کر لیں۔

اس مضمون کو ایک اور پہلو سے سورۃ الانفال میں واضح کیا گیا ہے: فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

''یہ اس لیے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا۔ اور اس لیے کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔''

یعنی جب تک انسان کی فطرت سلامت رہے، تب تک اللہ تعالیٰ کی عنایات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کو خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔ زمین و آسمان سے اُس پر برکات

> آج پوری دنیا بالخصوص مغربی معاشروں کو جس چیز نے تباہی کے دہانے پر پہنچایا ہے، وہ جنسی آوارگی، فحاشی، عریانی اور بدکاری ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان مقام انسانیت سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آگیا ہے

کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب وہ صحیح راستے کو چھوڑ کر غلط راہ پر جا پڑتا ہے تو اللہ اس کی خوشحالی کی حالت تبدیل کر دیتا ہے اور اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے...... یہ بات بطور خاص اللہ کی نمائندہ امت کے لیے ہوتی ہے۔ اگر امت اللہ کی شریعت کو نافذ کرے، تو اللہ تعالیٰ اُسے خوشحالی، امن و امان اور برکات سے نوازتا ہے، بصورت دیگر اس پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کیا جاتا ہے۔ ہم امت مسلمہ اس وقت اللہ کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ سربلندی عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن یہ وعدہ ایمان سے مشروط ہے۔ اللہ ہمیں سربلندی عطا فرمائے گا بشرطیکہ ہم ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا کریں۔ کتاب و سنت کو اپنی انفرادی اور اجتماعی حیات کا دستور بنائیں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کتاب (کو اختیار کرنے) کی بدولت قوموں کو عروج عطا فرمائے گا اور اس کو ترک کرنے کی بنا پر ذلیل و رسوا کر دے گا۔

آج ہم جس حدیث کا مطالعہ کر رہے ہیں، وہ اسی بارے میں ہیں۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ یہ ابن ماجہ اور بعض دوسری کتابوں میں روایت ہوئی ہے۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے پانچ تباہ کن خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر یہ مسلمانوں میں پیدا ہو گئیں تو ان کے خوفناک نتائج نکلیں گے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خِصَالٌ خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَنَزَلْنَ بِكُمْ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا: ''اے جماعت مہاجرین! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر تم اُن میں مبتلا ہو گئے (تو پھر تمہیں اُن کی سزا مل کر رہے گی) میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ پانچ بری خصلتیں تمہارے اندر پیدا ہوں۔''

یہ پانچ خصلتیں کیا ہیں؟ فرمایا:

(1) ((لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي أَسْلَافِهِمْ))

''جب کسی قوم میں بے حیائی اور بدکاری علانیہ ہونے لگے تو اُن میں طاعون اور بعض دیگر ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں، جو اُن کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں

ہوتی تھیں۔"

فحاشی و عریانی اور جنسی بے راہ روی معاشروں کو چاٹ جانے والی بیماری ہے۔ جب کسی قوم میں یہ بیماری پیدا ہو جائے تو وہ تمام تر تمدنی ترقی اور دنیوی خوشحالی کے باوجود ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتی ہے۔ آج پوری دنیا بالخصوص مغربی معاشروں کو جس چیز نے تباہی کے دہانے پر پہنچایا ہے، وہ جنسی آوارگی، فحاشی، عریانی اور بدکاری ہے، جو مغربی تہذیب کے زیر اثر عام ہے۔ یہ چیز مغربی تہذیب کا لازمی جزو ہے۔ اِس تہذیب نے جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے شہوت پرستی کے تمام در وا کر دیے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان مقام انسانیت سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آ گیا ہے۔ اب یہی روگ مسلم معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ چنانچہ وہی تباہیاں اب بتدریج یہاں بھی آنے لگی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بدکاری کے نتیجے میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو پہلے لوگوں میں نہ ہوتیں تھیں۔ آج آپ دیکھ لیں، آتشک سوزاک کی بیماریاں عام ہیں، اس سے بڑھ کر ایڈز کا معاملہ ہے، یہی نہیں اور کئی نئی نئی خوفناک بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ یہ سب جنسی بے لگامی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ بات واضح کر دی جائے کہ ہم مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم اِسی لیے دی گئی ہے، تاکہ معاشرے کو برائیوں سے بچایا جا سکے، ورنہ جب معاشرے میں برائیاں عام ہو گئیں تو اِس کے نتیجے میں اللہ کا عذاب آئے گا اور پھر نیک و بد سب اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ سورۃ الانفال میں فرمایا گیا کہ "بچو اس فتنہ سے کہ جو صرف ان لوگوں کو ہی نہیں پہنچے گا جنہوں نے ظلم کیا (بلکہ سب لوگ اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے) (آیت:25)

(2) دوسری بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ

((وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ اِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ))

"اگر کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اُن پر قحط اور خشک سالی مسلط کر دیتا ہے اور وہ ظالم اقتدار کا نشانہ بنتی ہے۔"

جنسی بے راہ روی سماجی میدان میں بے اعتدالی ہے، جبکہ ناپ تول میں کمی معاشی کرپشن ہے۔ یہ سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ آپ لوگوں سے کسی چیز کی قیمت تو پوری وصول کرتے ہیں، مگر ناپ تول میں ڈنڈی مار کر پورا حق نہیں دیتے، تو آپ اُن کا معاشی استحصال کرتے ہیں۔ معاشی استحصال کی بدترین صورت سود کی لعنت ہے۔ جو پورے سماج کو اپنے خونیں شکنجے میں جکڑ لیتی ہے۔ اِس سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، ایک طرف ساری خوشحالی مترفین اور سرمایہ داروں کے حصے میں آتی ہے۔ اُن میں ہوسِ زر کی بدولت اخلاقی انحطاط، سفاکیت اور درندگی اس درجے بڑھ جاتی ہے کہ وہ بھیڑیوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے

**پریس ریلیز** **10 اگست 2008ء**

## عالم کفر کو افغانستان اور پاکستان سے عالمی سطح پر احیاءِ اسلام کا خطرہ ہے

## اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ نفاذِ اسلام کے بغیر پاکستان کی بقا ممکن نہیں
## طالبانائزیشن سے بچنا ہے تو ملک میں حقیقی اسلامائزیشن کی جائے

## شمالی اور قبائلی علاقوں میں را، موساد اور سی آئی اے پاکستان کے خاتمے کے امریکی گریٹر پلان پر عمل پیرا ہیں

### قرآن آڈیٹوریم لاہور میں صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد کا خصوصی خطاب

عالم کفر کو افغانستان اور پاکستان سے عالمی سطح پر احیاءِ اسلام کے آغاز کا خطرہ ہے۔ افغانستان پر حملے کا اصل سبب اسلام کا راستہ روکنا تھا، جس کے لیے پورا عالم کفر متحد ہے۔ ان خیالات کا اظہار صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں "پاکستان میں طالبان کے بڑھتے ہوئے 'خطرے' کا سدِ باب؟" کے موضوع پر تفصیلی خطاب میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے شمالی علاقوں میں تشدد جاری رہا تو ملک میں شدت پسندی بڑھے گی۔ اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ نفاذِ اسلام کے بغیر پاکستان کی بقا ممکن نہیں۔ طالبانائزیشن کو روکنا ہے تو ملک میں حقیقی اسلامائزیشن کی جائے۔ ملک کی بقا زرداری، نواز شریف اتحاد سے نہیں، نفاذ اسلام سے ممکن ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ شمالی اور قبائلی علاقوں میں را، موساد اور سی آئی اے پاکستان کے خاتمے کے امریکی گریٹر پلان پر عمل پیرا ہیں۔ یہ ایجنسیاں پاکستان میں مذہبی منافرت پھیلانے کے لیے کثیر رقم خرچ کر رہی ہیں۔ جرائم پیشہ عناصر موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوٹ مار کے لیے قتل و غارت کر رہے ہیں جس کا الزام مقامی طالبان پر آ رہا ہے۔ حقیقی طالبان میں بھی کسی قدر شدت پسندی امریکی مظالم میں اضافے اور سانحہ لال مسجد و جامعہ حفصہ پر ہونے والے ظلم عظیم کے ردِ عمل کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ پر عائد جملہ تحدیدات ختم کی جائیں۔ اس کے ججز کو ہائی کورٹ کے جج کے برابر درجہ دیا جائے۔ تمام مسالک کے جید علماء کرام سے فیڈرل شریعت کورٹ کے لیے جج لیے جائیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کو اپنے فیصلوں پر نظرِ ثانی کا اختیار حاصل ہونا چاہیے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں کی روشنی میں قانون سازی کرے۔ ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے قانونی، دستوری اور تدریجی راستہ اختیار کیا جائے تو ملک میں نرم انقلاب آ سکتا ہے۔ اگر دستوری راستے سے اسلام نافذ نہ ہوا تو شدت پسندی بڑھتی رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں حقیقی اسلامی انقلاب کے لیے ہمیں عوام کو بذریعہ قرآن دعوت ایمان دینا ہوگی۔ پھر جو لوگ تجدید ایمان اور شریعت پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں بذریعہ بیعت ان کی تنظیم کی جائے، اُن کا تزکیہ کیا جائے اور مطلوبہ تعداد میسر آنے پر پُر امن مطالباتی احتجاجی تحریک کے ذریعے ملک میں نفاذِ اسلام کی منزل حاصل کی جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہیں۔انہیں انسان کی عزت، وقار سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اُن کا مسئلہ تو مال و دولت ہوتا ہے اور بس! اس کے لیے وہ غریبوں کا خون نچوڑتے ہیں۔ اگر اقتدار میں ہوں تو اپنی بہنوں بیٹیوں کو ڈالروں کے عوض فروخت کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی سفاک بھیڑیے نے قوم کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکی درندوں کے حوالے کیا۔ اِس کے علاوہ بھی سینکڑوں افراد کو امریکی استعمار کے حوالے کر کے اربوں ڈالر بٹورے۔ صدر پرویز مشرف نے حد درجہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب میں خود اِس کا برملا اعتراف کیا ہے، بلکہ فخریہ انداز میں یہ بات کہی ہے کہ ہم القاعدہ اور طالبان مجاہدین کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے رہے اور ہم نے ساڑھے چھ سو افراد کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا اور اس کے بدلے میں خطیر رقم بطور ”انعام“ حاصل کی...... بہرحال سرمایہ دارانہ نظام اور سودی معیشت کے تحت مترفین عیاشیاں کرتے ہیں اور دوسری طرف انسانوں کی ایک عظیم اکثریت غربت و افلاس کی چکی میں پستی ہے۔ انہیں دو وقت کی روٹی بھی نہیں ملتی اور لوگ خودکشیاں کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کے نتیجے میں لوگوں پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ ظالم حکمرانوں کی گرفت میں آ جاتی ہے۔ آج ہم اسی صورتحال سے دوچار ہیں۔ نئی جمہوری حکومت سے کچھ توقع تھی کہ شاید مہنگائی کو کنٹرول کرے، لیکن چار پانچ ماہ میں اِسے کنٹرول کیا کیا جانا تھا، مہنگائی کا سونامی آ چکا ہے۔ اسی طرح ہم پر ایسے حکمران مسلط ہیں جو ظلم و طغیانی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

(3) تیسرا جرم جو باعث سزا ہے، وہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی ہے۔ فرمایا:

((وَلَمْ یَمْنَعُوْا زَکَاۃَ اَمْوَالِھِمْ اِلاَّ مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْ لَا الْبَھَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا))

”جب وہ زکوٰۃ دینے سے ہاتھ کھینچ لیں تو اُن پر آسمان سے پانی برسنا رک جاتا ہے۔ اگر اُس علاقے میں جانور یا چرند پرند نہ ہوں تو وہ یکسر بارش سے محروم کر دیے جائیں۔“

**مجاہدین کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے رہے اور ہم نے ساڑھے چھ سو افراد کو پکڑ**

زکوٰۃ ادا نہ کرنا جہاں گناہ ہے، وہاں یہ حد درجہ سفاکیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو مال دولت دیتا ہے تو اس میں ناداروں اور غریبوں کا بھی حق ہے۔ اگر وہ یہ حق ادا نہیں کرتا، بلکہ اپنے سرمایہ پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ سخت بے رحم ہے۔ اُسے انسانیت سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ یہ روش اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ ہم مسلمانوں کو تو رحم کی تعلیم دی گئی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ جو قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے، ہوس مال میں مبتلا ہو کر غریبوں کے حقوق سے غافل ہو اللہ تعالیٰ اس پر بارش برسانا بند کر دیتے ہیں۔ البتہ چونکہ زمین پر انسان کے علاوہ اور کئی بھی مخلوقات ہیں اور اللہ کی تمام مخلوقات اللہ کا کنبہ ہیں۔ پھر یہ کہ چھوٹے بچے بھی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اُن کی خاطر بارش نازل کرتا ہے۔

(4) اگلی بات جو آپ ؐ نے فرمائی، وہ وعدہ خلافی کی سزا کے بارے میں ہے۔

((وَلَا نَقَضُوْا عَھْدَ اللّٰہِ وَعَھْدَ رَسُوْلِہٖ اِلاَّ سَلَّطَ عَلَیْھِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِھِمْ فَیَاْخُذُ بَعْضَ مَا فِیْ اَیْدِیْھِمْ))

”جب وہ قوم اللہ اور اس کے رسول سے عہد شکنی کرتی ہے تو اُن پر (غیر مسلم) دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے، جو اُن سے بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا ایک عہد تو وہ ہے جو ہم نے عالم ارواح میں کیا، یعنی عہد بندگی۔ اِس عہد کی ہم ہر نماز میں تجدید کرتے ہیں۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین o لیکن عملاً صورتحال یہ ہے کہ تجدید عہد کے باوجود ہم روزانہ اِس کی خلاف ورزی کرتے ہیں، بندگی اور اُس کے تقاضوں سے انحراف کرتے ہیں...... ہم مسلمانان پاکستان نے اللہ تعالیٰ سے ایک عہد اضافی طور پر بھی کیا تھا کہ اے اللہ تو ہمیں ایک آزاد خطۂ ارضی عطا فرما دے، ہم اس میں تیرے دین کا بول بالا کریں گے، لیکن اکسٹھ سال گزر جانے کے باوجود اِس عہد کی خلاف ورزی ہو رہی ہے...... عہد کی خلاف ورزی پر دشمن ہم پر مسلط ہیں۔ ہم اگرچہ آزاد ہیں، لیکن جس طور سے امریکہ ہم پر مسلط ہے، ہماری آزادی شدید طور پر مجروح ہو چکی ہے، ہماری تعلیمی پالیسیاں اور ہماری خارجہ پالیسی امریکی ڈکٹیشن کے مطابق بنتی ہے۔ ہمارا بجٹ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے کارندوں کی ہدایات کے مطابق بنتا ہے۔ ہم پر جو حکمران ہیں وہ بھی وائٹ ہاؤس میں بیٹھے فرعون کے نمائندے ہیں۔

(5) پانچویں بات آپ ؐ نے یہ فرمائی کہ

((وَمَالَمْ تَحْکُمْ اَئِمَّتُھُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ اِلاَّ جُعِلَ بَأْسُھُمْ بَیْنَھُمْ))

”اور اگر اُن کے حاکم کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں (شریعت کو نافذ نہ کریں) تو اس معاشرے میں اللہ پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں لڑنے اور کشت و خون کرنے لگتے ہیں۔“

جب حکمران اللہ کی شریعت سے روگردانی کریں، کتاب و سنت کی بجائے اپنی من مانی کریں اور لادین نظام نافذ کریں تو اُس قوم کو نفاق باہمی سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ آج ہمارے ہاں صوبائیت کے جھگڑے ہیں، لسانی اختلافات ہیں، قومیتوں اور فرقوں کے تنازعے ہیں، یہ اسی لیے ہیں کہ ہم نے احکام شریعت سے روگردانی کی ہے۔ یہ بات کس قدر افسوس کی ہے کہ ایک ہی وفاق اور ملک کا حصہ ہونے کے باوجود صوبوں کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہم اپنے شہریوں کی حفاظت کی بجائے سرحد اور بلوچستان میں اپنے ہی لوگوں کے خلاف فوج کشی کر رہے ہیں، جس کا سارا نقصان قوم کو ہو رہا ہے، ملک کو ہو رہا ہے، اور یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔

اس حدیث میں ہمارے لیے بڑی رہنمائی ہے۔ اگر ہم موجودہ ذلت و مسکنت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اسلامی تہذیب اور اقدار کو فروغ دیں، فحاشی و عریانی کا خاتمہ کریں، معاشی کرپشن کا قلع قمع کریں، اللہ اور اُس کے نبی ﷺ سے اپنے وعدے پورے کریں۔ پھر یہ کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک بنایا تھا، اُسے پورا کریں یعنی ملک میں اسلامی نظام نافذ کریں۔ اس کی برکت سے زمین بھی اپنے خزانے اگلے گی اور آسمان سے بھی برکات کا نزول ہو گا۔ بعض احادیث کے مطابق شریعت کی ایک حد کی تنفیذ کی برکات چالیس دن اور رات کی بارش سے حاصل ہونے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب فرمائے۔ (آمین)

[تلخیص: محبوب الحق عاجز]

# قرآن وسنت کی بالادستی کب قائم ہوگی؟

**سرتاج عزیز کا یہ کہنا بجا ہے کہ ہمارا کوئی ایجنڈا نہیں، ہم امریکہ کے ایجنڈا کو لے کر اپنے ہی لوگوں کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔**

اسلام محض ایک مذہب نہیں، ایک مکمل دین یعنی نظام زندگی ہے۔ بہتر ہوگا کہ ان دونوں اصطلاحات یعنی مذہب اور دین کی تشریح کر دی جائے تاکہ دونوں کا فرق واضح ہو جائے۔ زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک انسان کا انفرادی پہلو ہے اور دوسرا اس کا اجتماعی پہلو ہے۔ مذہب انسان کے انفرادی پہلو پر محیط ہے۔ مثلاً یہ کہ اس کا عقیدہ کیا ہے، اس کی عبادات کون کون سی ہیں اور یہ کہ زندگی کے مختلف مواقع کے اعتبار سے اس کے رسوم کون کون سے ہیں۔ جب مغربی دنیا کہتی ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب جن مذاہب پر عمل پیرا ہے وہ محض مذاہب ہیں، ادیان (دین کی جمع) نہیں۔ لہٰذا وہ مذہب کو صرف انسان کے انفرادی پہلو تک محدود رکھتے ہیں۔ سیکولرازم کو مذہب سے کوئی کد نہیں، اُس کی جنگ دین سے ہے۔ دین انسان کے نہ صرف انفرادی پہلو کے بارے میں ہدایات دیتا ہے بلکہ وہ اس کے اجتماعی پہلوؤں پر بھی بحث کرتا ہے۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ معاشرتی اقدار کیا ہونی چاہئیں، معیشت کن بنیادوں پر استوار ہونی چاہیے اور سیاست میں بالادستی کس کی ہونی چاہیے۔ سیکولرازم میں انسان کی اجتماعی زندگی سے دین کو خارج کر دیا گیا ہے۔ سیکولرازم کا نعرہ یہ ہے کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں جبکہ دین (اسلام) کہتا ہے کہ طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی حیثیت سے اس کے احکام خود پر اور معاشرہ پر نافذ کرے۔

ہمارے دین نے ہمیں اپنے معاملات میں مشاورت کی تعلیم دی ہے۔ سورۂ آل عمران میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان (مسلمانوں) سے مشاورت کیا کریں۔ سورۃ الشوریٰ میں فرمایا گیا کہ ان (مسلمانوں) کے امور باہمی مشاورت سے طے ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حاکم حقیقی ہونے کا تصور ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہو چکا ہے اور ہم خود حاکم بن بیٹھے ہیں، لہٰذا ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ لوگوں سے مشاورت کرتے پھریں۔ ہم حاکم ہیں ہمارا یہ حق ہے کہ ہم خود فیصلے کریں۔ ایسا ہی ایک فیصلہ ہم نے سانحہ 9/11 کے بعد کیا تھا۔

یہ ایک انوکھا فیصلہ تھا جو محض ایک فون کال پر کر لیا گیا۔ کہا گیا کہ بتاؤ ہمارے دوست ہو یا دشمن۔ اگر ہمارا ساتھ دیتے ہو تو ہمارے دوست ہو ورنہ دشمن۔ اس وقت یہ پوچھنے کی جسارت نہیں کی گئی کہ آپ کے نزدیک دوستی اور دشمنی کا معیار کیا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہیں کہ آپ کوئی غلط اقدام کریں اور ہم آپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیں تو آپ ہمیں اپنا دشمن ڈیکلیئر کر دیں۔ ہم یہ بھول گئے کہ دوستی تو دوستوں سے ہوتی ہے، آقاؤں سے نہیں۔ ہم نے فوراً جواب دیا کہ جناب ہم آپ کے دوست ہیں، دشمن نہیں۔ ہر حکمران کے اردگرد خوشامدیوں کا ایک ٹولہ ہوتا ہے جس کا کام اس کے فیصلوں پر واہ واہ کی صدا بلند کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ٹولے نے داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے شروع کر دیئے۔ حد تو یہ ہے کہ ایک سینئر صحافی جن کو اپنے فہم قرآن پر بڑا ناز ہے، دور کی کوڑی لائے اور سورۂ آل عمران کی آیت سے اس فیصلہ کا جواز بھی فراہم کر دیا

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

جن لوگوں نے بھی اس فیصلے سے اختلاف کیا انھیں ناسمجھ قرار دیا گیا۔ اس فیصلے کے ممکنہ نتائج کے بارے میں ایک مشاورتی مجلس میں ایک دینی رہنما نے ارباب اقتدار کو آگاہ کر دیا تھا جو اس وقت غالباً دیوانے کی بڑ قرار دیا گیا، لیکن اب وہ نتائج رفتہ رفتہ سامنے آرہے ہیں، جو اظہر من الشمس ہیں اور اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اب تو ع "لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے" کے مصداق ان حضرات کے بھی خیالات سامنے آرہے ہیں جو سیاست کے میدان کے کھلاڑی ہیں۔ کچھ ہی عرصہ پہلے ایک ٹی وی چینل پر ہونے والے ایک مباحثے میں جن حضرات نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا، ان کے تجربہ کی بنا پر انھیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً سابق سیکریٹری خارجہ شمشاد احمد خان نے فرمایا کہ "9/11 کے بعد ہمیں ایک نئے محاذ کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ آج ہم اس حوالے سے اپنے ہی سرزمین پر اپنے ہی عوام کے خلاف ایک جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہم نے امریکہ کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں توقع سے زیادہ تعاون فراہم کیا بلکہ امریکہ کے خلاف جنگ کو بھی ہم کھینچ کر افغانستان سے پاکستان تک لے آئے ہیں۔" اسی طرح سابق وزیر خارجہ سرتاج عزیز نے کہا کہ "9/11 کے بعد سے یہ تاثر پھیل گیا ہے کہ ہمارا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں۔ ہم امریکہ کے ایجنڈے کو لے کر اپنے ہی لوگوں کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں اور وہ لوگ جو بیرونی مداخلت کے خلاف لڑ رہے ہیں ہم ان کے بھی خلاف ہیں۔ اس طرح سے دہشت گردی کے اثرات انتہا پسندی اور خودکش دھماکوں کے ذریعہ ہمارے ملک میں بھی آرہے ہیں"۔ سابق وفاقی وزیر اور چیئرمین فارن افیئرز کمیٹی محترمہ عطیہ عنایت اللہ نے اپنے اختلاف کا اظہار ان الفاظ میں کیا: "جہاں پر ہمیں اتفاق نہیں ہے وہ ہے دہشت گردی کے خلاف جنگ، جس میں ہم اس کے (امریکہ کے) اتحادی بنے ہیں اور اب وقت آگیا ہے کہ اس پر ہم نظر ثانی کریں۔ کیونکہ ہم بہت قربانیاں دے چکے ہیں"۔ سابق سیکریٹری خارجہ اور سابق سفیر ڈاکٹر ہمایوں خان نے فرمایا: "میں اتفاق کرتا ہوں کہ ہم امریکہ کو نظرانداز نہیں کر سکتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے قومی مفاد کے خلاف کوئی چیز ہو تو بھی ہم اسے قبول کریں۔ میں امریکہ سے تعلق کے خلاف نہیں ہوں لیکن ہمیں اپنے قومی مفاد کو سب سے اولین ترجیح دینی ہوگی۔"

اصل بات یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور ہمارا یہ فرض ہے کہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ ہم نے مشاورت کے حوالے سے اس حکم کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اس حکم کی کیا، ہم نے تو پچھلے نو سالوں میں داڑھی اور پردہ کے احکام پر زبان طعن دراز کی۔ غیروں کو خوش کرنے کے لیے "سافٹ امیج" کی اصطلاح کا سہارا لے کر ہم نے میراتھن ریس، بسنت، ویلنٹائن ڈے جیسی خرافات میں اپنے آپ کو ملوث کیا۔ ان لوگوں کے خلاف خونی آپریشن کیا جو ملک میں بے حیائی اور عریانی کے خلاف کھڑے ہوئے اور جنھوں نے حکومت سے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ اب جبکہ ہم اپنا اکسٹھواں یوم آزادی منا رہے ہیں، ہمیں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آیا ہم اسلام کو مذہب تک محدود رکھتے ہیں یا اس کو بحیثیت دین تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے دین تسلیم کرتے ہیں تو دین تو غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ وطن عزیز میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کیا جائے۔ ہمارے داخلی اور خارجی تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن وسنت کی بالادستی میں ہے۔ اگر قرآن وسنت کی بالادستی قائم ہو جائے جو دستور کا تقاضا بھی ہے تو صرف عدلیہ ہی نہیں، زندگی کا ہر شعبہ اپنا اپنا کام درست انداز میں کرے گا اور اس کے مثبت نتائج معاشرے پر ظاہر ہوں گے (ان شاء اللہ)۔ کتاب وسنت کی یہ بالادستی آخر کب قائم کی جائے گی؟

# آئیے، جدوجہد آزادی کا نیا باب رقم کریں!

**محبوب الحق عاجز**

14 اگست کو ہم اکسٹھ واں یوم آزادی منا رہے ہیں۔ آزادی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جنہوں نے غلامی کی زندگی بسر کی ہو، اور محکومی کی صعوبتوں، ابتلاؤں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوئے ہوں۔ آزادی کے موقع پر جشن منانا، اپنی خوشی کی یاد کو تازہ کرتا ہے، مگر یوم آزادی کا تقاضا یہی نہیں کہ ہم جشن منالیں، گھروں پر جھنڈے لہرالیں، اور ہمارے ارباب سیاست اخبارات کو اپنے روایتی بیانات جاری کریں اور پھر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے یوم آزادی کا تقاضا پورا کر دیا۔ نہیں، بلکہ اصل چیز جس کی ضرورت ہے، وہ اپنا محاسبہ اور احتساب ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اکسٹھ برس قبل جس سفر کا آغاز ہم نے کیا تھا، وہ آج کس مرحلے میں ہے، ہم نے اپنے لیے جس منزل کا تعین کیا تھا وہ قریب آئی یا نہیں، آیا وہ بلند مقاصد حاصل ہو گئے کہ جن کے لیے کم و بیش چھیاسٹھ لاکھ افراد کو دربدر ہونا پڑا، آگ اور خون کے دریا عبور کرنے پڑے، اپنی عزتوں کی قربانی دینا پڑی، عورتوں کو سکھوں اور ہندوؤں کی دحشیانہ درندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ بچوں کو تیغوں کی انیوں پر چڑھایا گیا۔ پھر یہ کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں، جنہوں نے ملک و قوم کو نقصان پہنچایا۔ داخلہ اور خارجہ پالیسیوں میں کہاں کہاں ہم نے ٹھوکریں کھائیں اور دشمن نے ہماری کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ یہ تمام چیزیں وہ ہیں جن پر گہری سوچ بچار کی ضرورت ہے۔

آزادی حاصل کرنے کا اولین مقصد یہ تھا کہ ہم اغیار کے طوق غلامی سے چھٹکارا پا کر اپنے دین، اپنے نظام حیات کے مطابق زندگی بسر کریں، اپنی تہذیب کو فروغ دیں۔ ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات پر اسلام کی حکمرانی ہو۔ ہماری تعلیم، ہماری معاشرت، ہماری معیشت، ہماری تجارت، ہمارا عدالتی نظام، ہمارے معاہدے، ہر چیز اسلام کے عطا کردہ سچے اصولوں پر استوار ہو۔ خود بانیٔ پاکستان نے یہ بات کہی تھی کہ پاکستان کا حصول زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر لینے کے لیے نہیں ہے بلکہ ہم ایک ایسی سرزمین چاہتے ہیں، جس میں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔ یہی نہیں بلکہ 1940ء تا 1948ء انہوں نے اپنے کم از کم دو درجن سے زائد بیانات میں یہ واضح کیا تھا کہ اُن کے پیش نظر ایک نظریاتی ریاست ہے، جہاں کا قانون قرآن و سنت پر مبنی ہو گا، مگر افسوس کہ طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم قیام پاکستان کے مقاصد حاصل نہ کر سکے۔ جس انگریز کی غلامی سے نجات کے لیے ہمارے آباؤ اجداد نے آزادی کی قیمت چکائی، آج بھی ہم اسی انگریز کے غلام ہیں۔ ذہنی حوالے سے یہ غلامی بڑھی ہے کم نہیں ہوئی بلکہ حال یہ ہے کہ انگریز کے

> سرکاری خزانے کے معاملے میں خلیفہ بھی عام آدمی کی برابری رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) سے صرف اس قدر حق ہے جتنا کہ یتیم کے مربی کو یتیم کے مال میں

ساتھ ساتھ ہم دوسرے مغربی ممالک بالخصوص امریکہ کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آج ہمارے لیے اُن کی تہذیب، تمدن، قانون اور اطوار قابل تقلید مثال بن گئے ہیں، اور ہمارے ذہنوں سے یہ بات یکسر اوجھل ہو گئی ہے کہ اسلامی نظام اور اسلامی تہذیب کا احیاء ہمارے پیش نظر تھا۔

قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد کی منظوری پاکستان کے ایک اسلامی ریاست بننے کی جانب ایک اہم قدم تھا۔ اس قرارداد کے ذریعے ہم نے یہ برملا اقرار کیا تھا کہ اس ملک میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہو گا، اور ہم اپنے اختیارات قانون سازی اس کے دیے گئے ضابطے کے مطابق استعمال کریں گے۔ لیکن بعد کی تاریخ میں ہم نے اسلام اور اسلامی نظریہ کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ ہرگز قرارداد مقاصد کے مطابق نہ تھا۔ یہ درست ہے کہ ہم نے آئین میں بعض اقدامات اسلامائزیشن کے لیے ضرور کیے، اپنے دساتیر میں پاکستان کا نام بھی ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا، لیکن اکثر و بیشتر اقدامات نمائشی تھے۔ ان سے تو بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ مقصود عوام کو مطمئن کرنا تھا، نہ کہ اسلامی فلاحی ریاست کا قیام۔ اگر پاکستان کو بالفعل ایک اسلامی ریاست بناتے، تو لازم تھا کہ یہاں لوگوں کو ان دہلیز پر عدل فراہم ہوتا۔ نظام تعلیم اپنے اساسی نظریے پر استوار ہوتا۔ غربت و افلاس کا عفریت خودکشیوں کی صورت میں لوگوں کو نہ نگلتا۔ اگر یہ ملک اسلامی نظریہ کا حامل ہوتا تو یہاں چند ٹکوں کی خاطر مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے نہ کیا جاتا اور خطیر رقم ''انعام'' میں وصول نہ کی جاتی۔ اپنی باکباز بیٹیوں کو امریکی درندوں کے حوالے نہ کیا جاتا۔ یہاں کرکٹ بورڈ کا چیئرمین کھلاڑیوں کو سرعام نماز پڑھنے سے منع نہ کرتا۔ یہاں مدرسوں پر بم نہ برسائے جاتے۔ داڑھی اور پردے کا مذاق نہ اڑایا جاتا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف امریکہ کو اڈے فراہم نہ کیے جاتے۔

اصل بات یہ ہے کہ بانیٔ پاکستان کے انتقال کے بعد جو لوگ اقتدار پر براجمان ہوتے رہے، وہ وہی لوگ تھے جو انگریز کی فکری اور ذہنی غلامی میں مبتلا تھے۔ وہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے میں سنجیدہ نہیں تھے، خواہ وہ فوجی آمر تھے یا سویلین حکمران۔ دوسرے یہ کہ ان حکمرانوں کا تعلق اکثر و بیشتر اس طبقے سے تھا، جنہوں نے انگریزی اقتدار کے دور میں انگریزوں سے مراعات اور جاگیریں لی تھیں۔ ان وڈیروں، جاگیرداروں اور خوانین کے لیے اسلامی فلاحی ریاست کا تصور نہ صرف نظریاتی اعتبار سے ناقابل قبول تھا، بلکہ اپنے مخصوص پس منظر کی وجہ سے بھی گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اس سے اُن کے طبقاتی مفادات پر ضرب پڑتی تھی۔ اسلام کا نظام عدل طبقاتی امتیازات کے خلاف موت کا پیغام ہوتا۔ اگر پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست میں ڈھل جاتا تو ظاہر ہے یہاں قانون کی بالادستی ہوتی، جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ ہوتا، اسلام کا بے لاگ عدل جاری ہوتا، خصوصی مراعات اور وی آئی پی کلچر کا خاتمہ ہوتا، سرکاری خزانے کو بے دریغ لوٹنے کے راستے مسدود ہوتے، ریاستی وسائل پر تمام طبقات کا یکساں حق تسلیم کیا جاتا، طبقاتی امتیازات کی جگہ کامل سماجی مساوات ہوتی، معاشی بہبود کا انتظام ہوتا، حکمران سید القوم خادمھم کی عملی تصویر ہوتے۔ اسلامی فلاحی ریاست بننے کے لیے خلافت راشدہ کو ذریں مثال بننا تھا،

جہاں یہ تمام تر خوبیاں موجود تھیں۔

سیدنا عمرؓ کے عہد کا انصاف اور قانون کی بالادستی ملاحظہ کیجیے۔ ان کے بیٹے ابوشحمہ نے شراب پی تو امیر المومنین نے خود اپنے ہاتھوں سے اُسے کوڑے مارے۔ آپؓ کو عوام کے مسائل اور ضروریات کی کس قدر فکر تھی اِس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے اِس بات کا بطورِ خاص اہتمام کیا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ آپؓ نے عام حکم دے رکھا تھا کہ ملک کے جس حصے میں اپاہج اور مفلوج ہوں، اُن کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کی جائیں۔ غرباء و مساکین کے لیے مسلم وغیر مسلم کی تمیز کے بغیر بیت المال سے روزینے مقرر کیے تھے۔ اس نظام میں وی آئی پی کلچر کی لعنت نہیں تھی، اور مساواتِ انسانی کا یہ عالم تھا کہ فتح بیت المقدس کے وقت کے سفر میں ایک ہی اونٹ تھا، جس پر آپؓ اور آپ کا خادم باری باری بیٹھتے تھے۔ اظہارِ رائے کی اِس قدر آزادی تھی کہ ایک شخص نے اجتماع میں حضرت عمرؓ کو کئی بار کہا کہ ”عمرؓ، اللہ سے ڈر“۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے جب اُسے روکنا چاہا تو فرمایا: اِسے کہنے دو، اگر یہ لوگ نہ کہیں تو یہ بے مصرف ہیں اور اگر ہم لوگ نہ مانیں تو ہم ماخوذ ہیں۔ سرکاری خزانے کے معاملے میں خلیفہ بھی عام آدمی کی برابری رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) سے صرف اِس قدر حق ہے جتنا کہ یتیم کے مربی کو یتیم کے مال میں۔ اگر میں دولت مند ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر ضرورت پڑے گی تو دستور کے موافق لوں گا۔

قائداعظم نے انہی خصوصیات کے پیشِ نظر خلافت کی بات کی تھی۔ وہ اس بات کا گہرا شعور رکھتے تھے کہ دنیا میں ایک بہترین فلاحی ریاست جس کا تصور کیا جاسکتا ہے، وہ ایک صحیح اسلامی ریاست ہی ہوسکتی ہے۔ مغربی جمہوریت میں آزادیِ رائے، انصاف، مساوات اور قانون کی بالادستی کے جو تصورات پائے جاتے ہیں، وہ اسلام ہی سے مستعار لیے گئے ہیں اور اسلامی خلافت ہی کی ادھوری اور نا تمام شکلیں ہیں، اور یہ کامل صورت میں ہمیں خلافتِ راشدہ میں دکھائی دیتے ہیں۔ قائداعظم عام معنوں میں مذہبی رہنما نہ تھے، لیکن اسلام کے مکمل نظامِ زندگی، اور اعلیٰ ارفع سیاسی و اقتصادی نظام ہونے پر اُن کا کامل یقین تھا۔ وہ اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے متمنی تھے۔ چنانچہ یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رسم افتتاح کے موقع پر انہوں نے فرمایا: ”مغرب کے اقتصادی اصول ہمارے لیے سبق آموز نہیں جن کی وجہ سے آج دنیا بحران کا شکار ہے۔ آپ کے تحقیقی اداروں کو چاہیے کہ وہ اسلامی نظریات پر سماجی اور اقتصادی زندگی کی بنیاد رکھے۔ ایک خوشحال اور مطمئن معاشرے کے لیے مغربی اصول کسی طرح مفید نہیں ہو سکتے۔ ہمیں تو صرف نئے طریق کار کو اپنانا چاہیے جو انسانی مساوات اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔“

بانیٔ پاکستان زیارت ریذیڈنسی میں جب بسترِ مرگ پر اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے، انہوں نے اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہا تھا: ”تم جانتے ہو، جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا نہیں کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اِسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے۔ اِس کی پہاڑیوں، ریگستانوں اور میدانوں میں نباتات بھی ہیں اور معدنیات بھی۔ انہیں تسخیر کرنا پاکستانی قوم کا فرض ہے۔ قومیں نیک نیتی، دیانتداری، اچھے اعمال اور نظم و ضبط سے بنتی ہیں اور اخلاقی برائیوں، منافقت، زر پرستی اور خود پسندی سے تباہ ہوجاتی ہیں۔“

(بحوالہ روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988)

بانیٔ پاکستان نے جس اسلامی فلاحی ریاست کا خواب دیکھا تھا وہ تاحال معرضِ انتظار میں ہے۔ نظامِ خلافت کے قیام کا فریضہ ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ جیسا کہ ذکر کیا گیا وہ جاگیردار، سرمایہ دار، وڈیرے، سردار، خوانین اور کرپٹ طبقات ہیں، جو آکاس بیل کی طرح پاکستان کے وسائل کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور انہیں بے دریغ لوٹ رہے ہیں۔ سیاسی محاذ پر ایک جنگِ آزادی ہم مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف لڑی تھی۔ اگر ہم پاکستان کو عہدِ حاضر کی جدید اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں احساسِ فرض سے سرشار ہو کر ایک نئی جدوجہدِ آزادی کا آغاز کرنا ہوگا۔ ظالم جابر طبقات، اور کرپٹ مافیا سے پاکستان کو آزاد کرانا ہوگا۔ یہ مافیا اِس سرزمین میں اربابِ صنعت و تجارت، اربابِ مشیخیت، اربابِ زمینداری و جاگیرداری اور اربابِ دولت و بنکاری کے لبادہ میں جلوہ گر ہے۔ یہ مافیا کبھی فوج کے ذریعہ ملک پر مسلط ہوجاتا ہے اور کبھی جمہوریت کے نام پر حکومت پر قبضہ کرلیتا ہے۔ کروڑوں انسانوں کا خون نچوڑنا اور اُن کی عزتِ نفس سے کھیلنا اِن کا من پسند مشغلہ ہے۔ اِس مافیا اور اس کے جابرانہ نظام سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے ہمیں سیاسی، لسانی اور مسلکی مفادات سے بالاتر ہو کر پاکستان میں پُرامن احتجاجی مطالباتی تحریک چلانا ہو گی۔ ایک صالح اسلامی انقلاب کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کرنا ہوں گی۔ ہم نے پاکستان اِس لیے تو نہیں بنایا تھا کہ انگریز کی غلامی کے بعد اُس کے ایجنٹوں کے غلام بن جائیں، جنہوں نے اپنے ہوسِ اقتدار، زر پرستی اور سیکولر ذہنیت کی خاطر ملک کو سماجی، معاشی اور سیاسی استحصال کی آگ میں جھونک رکھا ہے۔

نقش گرِ ”وطن“! ترا نقش ہے نا تمام ابھی!
عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی!
خلقِ خدا کی گھات میں رند و فقیہ و میر و پیر
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی!
تیرے امیر مال مست، تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی!
دانش و دین و علم و فن بندگیٔ ہوس تمام
”شرح“ گرہ کشائے کا فیض نہیں ہے عام ابھی!
”حیف کہ سرزمین پاک غلبۂ اہرمن میں ہے
آہ! کہ تیغ دین ہے پردگیٔ نیام ابھی!“


## ❁❁ضرورت رشتہ ❁❁

☆ رفیق تنظیم اسلامی کی کراچی میں مقیم، اردو سپیکنگ، دو بھتیجیاں عمر 25 اور 24 سال، تعلیم ایم ایس سی (فزکس) اور ایم بی ایس کے لیے برسر روزگار، مناسب رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0333-3881788

☆ اسلام آباد میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ایم بی اے، ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی ملازمت کے لیے دینی مزاج کی حامل ایم اے یا گریجوایٹ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 051-4443934


## دعائے مغفرت کی اپیل

- ندائے خلافت کے نگران طباعت شیخ رحیم الدین کے ہم زلف محی الدین عالمگیر کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے امیر مجیب الرحمٰن کی خالہ ساس کا انتقال ہوگیا
- تنظیم اسلامی، ناتھ ناظم آباد کے امیر جناب سید اظہر ریاض کی خالہ اس دارِ فانی سے کوچ کرگئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

# مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے

## مولانا یونس پالن پوری کی کتاب ''بکھرے موتی'' سے ماخوذ

انتخاب: فرید اللہ مروت

اپنے دوستوں کی اصلاح وتربیت سے کبھی غفلت نہ کیجیے اور اپنے اندر وہ بیماری کبھی نہ پیدا ہونے دیجیے جو اصلاح وتربیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، یعنی خود پسندی اور کبر۔ دوستوں کو ہمیشہ آمادہ کرتے رہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو محسوس کریں۔ اور آپ خود بھی اپنی خطاؤں کے اعتراف میں جرأت سے کام لیں اور اس حقیقت کو ہمہ وقت نگاہ میں رکھیں کہ اپنی کوتاہی کو محسوس نہ کرنے اور اپنی برأت پر اصرار کرنے سے نفس کو بدترین غذا ملتی ہے۔

دراصل نمائشی عاجزی دکھانا، الفاظ میں اپنے کو حقیر کہنا، رفتار و انداز میں خشوع کا اظہار کرنا، یہ نہایت آسان ہے، لیکن اپنی کوتاہیوں کو ٹھنڈے دماغ سے سننا اور تسلیم کرنا اور اپنے نفس کے خلاف دوستوں کی تنقیدیں برداشت کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ لیکن حقیقی دوست وہی ہیں جو بیدار ذہن کے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی پر نگاہ رکھیں اور اس پہلو سے ایک دوسرے کی تربیت و اصلاح کرتے ہوئے کبر وخود پسندی سے بچاتے رہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (1) ایسی خواہش کہ انسان اس کا تابع وغلام بن کر رہ جائے۔ (2) ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر اس کی پیروی کرنے لگے۔ (3) اور خود پسندی۔ اور یہ بیماری ان تینوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔'' (بیہقی، مشکوۃ)

تنقید واحتساب ایک ایسا نشتر ہے جو اخلاقی وجود کے تمام فاسد مادوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اور اخلاقی توانائیوں میں خاطرہ خواہ اضافہ کر کے فرد اور معاشرے میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔ دوستوں کے احتساب اور تنقید پر مشتعل ہونا ہلاکت ہے اور اس خوشگوار فریضے کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنا بھی ہلاکت ہے۔ دوستوں کے دامن پر گھناؤنے دھبے نظر آئیں تو بے چینی محسوس کیجیے اور انہیں صاف کرنے کی حکیمانہ تدبیریں کیجیے اور اسی طرح خود بھی فراخ دلی اور عاجزی کے ساتھ دوستوں کو ہر وقت یہ موقع دیجیے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کریں۔ اور جب وہ یہ تلخ فریضہ انجام دیں تو اپنے نفس کو پھیلانے کے بجائے انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی کے جذبات سے ان کی تنقید کا استقبال کیجیے اور ان کے اخلاص و کرم کا شکریہ ادا کیجیے۔

نبی کریم ﷺ نے مثالی دوستی کو ایک بلیغ تمثیل سے اس طرح واضح فرمایا ہے:

''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کرے۔''

(رواہ الترمذی)

> دوسروں کی عدم موجودگی میں تو اس قدر احتیاط کریں کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ بھی نہ آئے جس سے اس کے کسی عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لیے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے دل جڑتے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں

اس تمثیل میں پانچ ایسے روشن اشارے ملتے ہیں جو پیش نظر رکھ کر آپ اپنی دوستی کو واقعی مثالی دوستی بنا سکتے ہیں۔

1۔ آئینہ آپ کے داغ دھبے اسی وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اپنے داغ دھبے دیکھنے کے ارادے سے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں، ورنہ وہ بھی مکمل خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیب اسی وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لیے آپ کے سامنے پیش کرے اور فراخ دلی سے تنقید واحتساب کا موقع دے اور آپ بھی محسوس کریں کہ اس وقت اس کا ذہن تنقید سننے کے لیے تیار ہے اور دل میں اصلاح قبول کرنے کے جذبات موجزن ہیں اور اگر آپ یہ کیفیت نہ پائیں تو حکمت کے ساتھ اپنی بات کو کسی اور موقع کے لیے اٹھا رکھیں اور خاموشی اختیار کریں۔ اور اس کی عدم موجودگی میں تو اس قدر احتیاط کریں کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ بھی نہ آئے جس سے اس کے کسی عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لیے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے دل جڑتے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں۔

2۔ آئینہ چہرے کے انہی داغ دھبوں کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے جو فی الواقع چہرے پر موجود ہوتے ہیں۔ نہ وہ کم بتاتا ہے اور نہ ان کی تعداد بڑھا کر پیش کرتا ہے۔ پھر وہ چہرے کے صرف انہی عیوب کو نمایاں کرتا ہے جو اس کے سامنے آتے ہیں، وہ چھپے ہوئے عیوب کا تجسس نہیں کرتا ہے اور نہ کرید کرید کر عیوب کی کوئی خیالی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیوب بے کم وکاست بیان کریں۔ نہ تو بے جا مروّت اور خوشامد میں عیوب چھپائیں اور نہ اپنی خطابت اور زورِ بیان سے اس میں اضافہ کریں۔ اور پھر صرف وہی عیوب بیان کریں جو عام زندگی سے آپ کے سامنے آئیں۔ تجسس اور ٹوہ میں نہ لگیں۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا کوئی اخلاقی خدمت نہیں بلکہ ایک تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ منبر پر چڑھے اور نہایت اونچی آواز میں آپؐ نے حاضرین کو تنبیہ فرمائی:

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے، اللہ اس کے عیوب کو طشت ازبام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر اللہ تل جائے اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے، اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی کیوں نہ بیٹھ جائے۔'' (ترمذی)

3۔ آئینہ ہر غرض سے پاک ہو کر بے لاگ انداز میں اپنا فرض ادا کرتا ہے اور جو شخص بھی اس کے سامنے اپنا چہرہ پیش کرتا ہے وہ بغیر کسی غرض کے اس کا صحیح نقشہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ نہ وہ کسی سے بغض اور کینہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے انتقام لیتا ہے۔ آپ بھی ذاتی اغراض، جذبۂ انتقام، بغض وکینہ اور ہر طرح کی بدنیتی سے پاک ہو کر بے لاگ احتساب کیجیے اور اس لیے کیجیے کہ آپ کا دوست اپنے کو سنوار لے، جس طرح آئینہ کو دیکھ کر آدمی

اپنے کو سنوار لیتا ہے۔

4۔ آئینہ میں اپنی صحیح تصویر دیکھ کر نہ تو کوئی جھنجھلاتا ہے اور نہ غصے سے بے قابو ہو کر آئینہ کو توڑ دینے کی حماقت کرتا ہے، بلکہ فوراً اپنے کو بنانے اور سنوارنے میں لگ جاتا ہے اور دل ہی دل میں آئینے کی قدر و قیمت محسوس کرتے ہوئے زبانِ حال سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے واقعی آئینے نے میرے بننے اور سنورنے میں میری بڑی مدد کی اور فطری فریضہ انجام دیا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ دوسرے وقت کے لیے اس کو بحفاظت رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کا دوست اپنے الفاظ کے آئینے میں آپ کے سامنے آپ کی صحیح تصویر رکھے تو آپ جھنجھلا کر دوست پر جوابی حملہ نہ کریں بلکہ اس کے شکر گزار ہوں کہ اس نے دوستی کا حق ادا کیا اور نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسی لمحے اپنی اصلاح و تربیت کے لیے فکر مند ہو جائیں اور انتہائی فراخ دلی اور احسان مندی کے ساتھ دوست کی قدر و عظمت محسوس کرتے ہوئے اس سے درخواست کریں کہ آئندہ بھی وہ آپ کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتا رہے۔

5۔ اور آخری اشارہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی کے لیے اخلاص و محبت کا پیکر ہوتا ہے، وفادار، خیر خواہ، ہمدرد اور غم گسار ہوتا ہے۔ بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور خوش دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس لیے بھائی اور دوست جو تنقید کرے گا اس میں انتہائی دل سوزی اور غم خواری ہوگی، محبت اور خلوص ہوگا، بے پایاں دردمندی اور خیر خواہی ہوگی، اور لفظ لفظ جذبۂ اصلاح کا آئینہ دار ہو گا۔ اور ایسی ہی تنقید سے دلوں کو جوڑنے اور زندگیوں کو بنانے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

**تنظیم اسلامی کا پیغام**
**نظام خلافت کا قیام**

# رباط کا مفہوم اور مغربی سرحد کی حفاظت

حافظ محمد مشتاق ربانی

شام سے آنے والے ایک قافلہ نے اطلاع دی کہ قیصر روم مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور عرب کے عیسائی قبائل لخم، جذام، بہرام، عاملہ اور غسان وغیرہ بھی اس کے ساتھ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ کیا کہ ان کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے پہلے روکا جائے، تاکہ اندرونِ عرب کا امن متاثر نہ ہو۔ آپؐ نے 9 ہجری کو سفر تبوک کیا اور قیصر کی سلطنت ایسی تھی کہ نصف دنیا پر حکمرانی کر رہی تھی اور قریب کے ہی زمانے میں وہ سلطنت ایران کو زک پہنچا چکی تھی، لیکن پھر بھی آپؐ نے اسے روکنے کے لیے کٹھن حالات میں ایک پر صعوبت سفر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ”غزوہ العسرۃ“ بھی کہتے ہیں۔

> یوسف رضا گیلانی نے اپنی کتاب ”چاہِ یوسف سے صدا“ میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ ”بلوچستان اور وزیرستان کے مسئلے کی صحیح تشخیص کر کے فوجی آپریشن بلا تاخیر بند کیا جائے“، لیکن حیرت ہے، وزیراعظم بننے کے بعد انہی کے دور میں یہ آپریشن جاری ہے

آج ہم نیٹو فورسز کی زد میں ہیں۔ وہ ہم پر بڑا حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں، جبکہ کچھ عرصہ سے وہ کھلی جارحیت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے بھرپور منصوبہ بندی اور اقدام کریں۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَ صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝﴾

(آل عمران 200)

”اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں غالب آؤ اپنے دشمنوں پر (یعنی ان سے زیادہ صبر کرو) اور مورچہ پر جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس لیے کہ مراد کو پہنچو (جنت اور مغفرت تم کو نصیب ہو)“

اس آیت میں ”رَابِطُوْا“ انتہائی اہم ہے جس کا مصدر رباط اور مرابطہ ہے (رباط سے یہاں مراکش کا شہر مراد نہیں) مولانا محمد مسعود ازہر نے اپنی کتاب ”فتح الجواد فی معارف الجہاد“ کے صفحہ 358 میں مختلف روایات کی روشنی میں رباط کے درج ذیل مفاہیم پیش کیے ہیں:

1) اسلامی سرحدوں اور لشکر کی پہرے داری کرنا،
2) جہاد کو لازم پکڑنا،
3) جہاد کی تیاری میں لگے رہنا،
4) دشمنوں پر گھات لگانا اور ان کی نقل و حرکت اور تدابیر پر نظر رکھنا،
5) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا،
6) اپنا دل مسجد سے جوڑنا وغیرہ

اس وقت ہمارے پیشِ نظر پہلا مفہوم ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن میں مرابطہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”یہ ربط الخیل سے ہے۔ اس کا اصلی ابتدائی مفہوم دشمن کے مقابلے اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جنگی گھوڑے تیار کر رکھنا ہے۔ اب گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں اور ہوائی جہازوں نے لے لی ہے۔ اس وجہ سے حالات کی تبدیلی سے اس لفظ کا مفہوم بھی تبدیل ہو جائے گا۔ مصابرت کی ہدایت کے بعد یہ مرابطہ کی ہدایت دشمن کے مقابلے کے لیے اخلاقی تیاری کے ساتھ ساتھ مادی تیاری کی ہدایت ہے۔“

رباط فی سبیل اللہ یعنی پوری جنگی تیاری کے ساتھ اسلامی سرحدوں اور محاذوں پر موجود رہنا، نہایت افضل عمل ہے، جس کا احادیث میں بڑے فضائل کے ساتھ ذکر آیا ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا:

”ایک دن اللہ کے راستے میں سرحدوں کے پہرے داری کرنا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اُس سب سے بہتر ہے۔“ (رواہ البخاری)

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:

”ایک رات دن کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے اور اگر آدمی پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل (قیامت تک کے لیے) جاری کر دیا جائے گا (یعنی قیامت تک کے لیے اسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا) اور اس کو رزق ملے گا (جو شہیدوں کو ملتا ہے) اور وہ فتنوں سے بچ جائے گا۔“ (رواہ مسلم)

ایک اور موقع پر آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:

”دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو آگ نہ چھوئے گی۔ ایک

وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے نم ہوگئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ داری کرتے ہوئے بیدار رہی۔" (رواہ الترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنا کتنا عظیم عمل ہے اور پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت اس لیے بھی ضروری سمجھی جا رہی ہے کہ یہ ابھی اسلامی نظام کی منزل کی تلاش میں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مستقبل میں اسلام کا قلعہ بننے والے اس ملک کی حفاظت کی جائے۔ اس ملک کو نہ صرف اس وقت بیرونی خطرات سے بچایا جائے بلکہ قبائلی علاقوں میں جو فوجی کارروائی ہو رہی ہے اُس ختم کر کے ملک کو داخلی انتشار اور خطرات سے بھی نکالا جائے۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے اپنی کتاب "چاہ یوسف سے صدا" کے باب دہم صفحہ 263 پر لکھتے ہیں: "بلوچستان اور وزیرستان کے مسئلے کی صحیح تشخیص کر کے فوجی آپریشن بلا تاخیر بند کیا جائے۔ جتنا جلد ممکن ہو ان اقدامات پر عمل کیا جائے۔ تاخیر ملک کے لیے خدانخواستہ خطرہ نہ بن جائے۔" یہ کتاب یوسف رضا گیلانی کے وزیراعظم بننے سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جب وہ وزیراعظم بن گئے ہیں تو خود ان کے دور میں یہ فوجی آپریشن جاری ہے۔ اس دورخی کو کیا نام دیا جائے؟ سورۃ البقرہ کی آیات 84 تا 85 ہم پر پوری طرح منطبق ہو رہی ہیں جو اپنے پس منظر کے اعتبار سے بنی اسرائیل سے متعلق ہیں۔ آیات کا ترجمہ یہ ہے:

"ذرا یاد کرو، ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا۔ تم نے اس کا اقرار کیا تھا، تم خود اس پر گواہ ہو، مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو، اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے گھر کر دیتے ہو، ظلم وزیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو اور جب وہ لڑائی میں پکڑے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں، تو ان کی رہائی کے لیے فدیہ کا لین دین کرتے ہو، حالانکہ انھیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا۔ تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں۔ اللہ ان حرکتوں سے بے خبر نہیں۔"

قبائلی علاقوں میں جاری فوجی آپریشن کا خاتمہ اس لیے بھی ناگزیر ہے یہ ایسا کرنے کے بعد ہی ہم نیٹو فورسز کے طوفان کو آگے بڑھنے سے روکنے کے اہل ہو سکیں گے اور اگر ہم نے یہ آپریشن جاری رکھا تو اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم از خود دشمن کو مداخلت کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امریکی حملے کی صورت میں ہماری قوم کو جاگنے کا موقع ملے گا، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل کے سرداروں کی طرح ہم اِس وقت تو قتال فی سبیل اللہ کی خواہش کریں، لیکن جنگ مسلط ہونے کی صورت میں ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہیں۔

﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرۃ 246)

"مگر جب ان کو جنگ کا حکم دیا گیا، تو ایک قلیل تعداد کے سوا وہ سب پیٹھ موڑ گئے۔"

لہٰذا اس وقت ہم ایسی آرزو کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ سورۃ النمل میں ملکہ بلقیس کا یہ قول نقل ہوا ہے:

"بے شک جب بادشاہ کسی مفتوح شہر یا آبادی میں ہوتے ہیں تو ان کا نظام امن وامان تہہ وبالا کر دیتے ہیں اور وہاں کے صاحب عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔" (آیت: 34)

اس ضمن میں فرمان نبوی ہے:

"اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کیا کرو، ہاں جب دشمن سے لڑائی ہو جائے تو پھر صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" (رواہ البخاری)

اس وقت ہمیں قبائلی علاقوں کے لوگوں سے مذاکرات سے بھی آگے بڑھ کر ان سے ہمدردی کرنے، اور ان کی شکایت دور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ ہمارے ہی ہم وطن ہیں، ہمارے ہی مسلمان بھائی ہیں۔ انھیں ہم تعلیم صحت، بہترین روزگار اور زندگی کی دیگر ضروریات مہیا کریں۔ اس طرح ان میں اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرنے کے مزید جذبات پیدا ہوں۔

جہاں تک نیٹو فورسز کی طرف سے اُمڈتے ہوئے خطرے کا معاملہ ہے، اس خطرے سے نمٹنے کے لیے ہمیں دفاعی تیاریوں، داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کی تبدیلی سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے، وہ اللہ سے وفاداری ہے۔ ہمیں اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی کی روش ترک کرنا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہوگا۔ ہم امریکہ کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، اس سے اپنا مضبوط رشتہ استوار کریں، ایسا کر کے ہم ایک ناقابل تسخیر ملک بن جائیں گے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا: "جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے پس اُس نے ایک مضبوط حلقہ کو تھام لیا، جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔" (البقرہ 256)

آخر میں رب ذوالجلال کے حضور دست بہ دُعا ہوں:

﴿رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرہ 250)

"اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جمادے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔"


حدیث قدسی "الصَّومُ لی وانا اجزی به" میں مضمر

**حکمتِ دین کے بیش بہا خزانے**

کے حصول اور "اپنی خودی پہچان' او غافل انسان!" کے مصداق

**عظمت انسان**

سے واقفیت کے لئے

**ڈاکٹر اسرار احمد**

کی "بقامت کہتر و لے بقیمت بہتر" تحریر

**عظمتِ صوم**

کا مطالعہ فرمائیں

شائع کردہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

# یوگوسلاویہ کا خونیں ڈراما

سید قاسم محمود

"تنظیم ملتِ اسلامیہ" کے بعد آگے چل کر بوسنیا کے مسلمان نوجوانوں نے "ینگ مسلم موومنٹ" کے نام سے ایک اور جماعت قائم کی۔ یہ اُن نوجوانوں کا پلیٹ فارم تھا جو دنیا کی اسلامی تحریکوں سے متاثر ہوئے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر وہ تھے جو حصولِ تعلیم کے لیے مصر گئے تھے اور حسن البنا کی دعوت سے آشنا ہوئے تھے۔ یوگوسلاوی نوجوانوں کے اندر تحریکِ الاخوان المسلمون نے بڑی مقبولیت حاصل کی تھی۔ 1945ء میں جب یوگوسلاویہ کو فیڈرل ری پبلک بنایا گیا اور مارشل ٹیٹو کی قیادت میں کمیونزم کے دور کا آغاز ہُوا تو دوسرے محبّ الوطن اور قوم پرست عناصر کے ساتھ مسلمانوں کو بھی کمیونزم کے تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔ چنانچہ سب سے پہلے 1949ء میں بڑی درندگی و وحشت کے ساتھ "ینگ مسلم موومنٹ" کو کچل دیا گیا اور چن چن کر اس کے حامیوں کو ظلم و تشدد کی چکی میں پیسا گیا۔ ہزار ہا نوجوان جامِ شہادت نوش کر گئے اور ایک بڑی تعداد نظر بندی کے کیمپوں میں ایسی حالت میں رکھی گئی کہ اُن کے لیے موت اُن کی زندگی سے بہتر تھی۔ گرفتار شدگان پر 1983ء میں مرکزی حکومت کی طرف سے ایک ہنگامی کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس عدالت میں 13 اسلامی دانشوروں اور علماء پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ بوسنیا اور ہرزیگووینا میں اسلامی ریاست قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُن میں سرفہرست علی عزت بیگووچ بھی تھے جو بوسنیا کی آزادی کے بعد اُس کے پہلے صدر بنے۔ انہیں پندرہ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی، مگر چھ سال جیل میں گزارنے کے بعد 1989ء میں رہا کر دیئے گئے۔ ان پر سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ اسلامی افکار کی اشاعت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو مذہب کی بنیاد پر منظم کر رہے ہیں۔

جبر و تشدد کی یہ تمام کارروائی کمیونسٹ پارٹی کی قیادت، اور تمام وسائل پر، جن میں صنعت، زراعت تعلیم اور دیگر اجتماعی ادارے شامل ہیں، اس کی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے کی گئی۔ بعدازاں مارشل ٹیٹو نے اپنی غیر جانب دار ملکوں کی تحریک کا آغاز کیا۔ سوویت یونین سے تو وہ پہلے ہی تعلق ختم کر چکا تھا۔ وہ کمیونزم کا علم بردار تو تھا، مگر سوویت یونین کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتا تھا۔ امریکا اور سوویت یونین کی اعصابی، سرد جنگ میں مارشل ٹیٹو نے تیسرا زاویہ پیدا کرتے ہوئے "غیر جانب داری" (Non-Alighned movement) کا اعلان کیا۔ وہ دراصل یوگوسلاویہ کے لیے دونوں متحارب بلاکوں کی مدد چاہتا تھا۔ اس بناء پر اُسے اپنی داخلی سیاست میں بھی کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ چنانچہ یوگوسلاویہ کے انقلابی عہد میں پچاس اور ساٹھ کے عشرے نسبتاً ملکی استحکام و سکون کے سمجھے جاتے ہیں۔

ساٹھ کے عشرے کے اواخر اور ستر کے عشرے کے اوائل کی بات ہے کہ کروآٹس نے ٹیٹو حکومت کے خلاف بغاوت کا آغاز کر دیا۔ وہ اپنے داخلی امور میں زیادہ سے زیادہ آزادی اور خودمختاری چاہتے تھے۔ اس بغاوت کی دو وجوہ تھیں۔ ایک ٹیٹو کی پارٹی پر سربوں کا قبضہ تھا، جو نسلی لحاظ سے کروآٹس کے دشمن چلے آ رہے تھے۔ اور دوسرے سرب کمیونسٹ بھی تھے، اور آرتھوڈکس بھی۔ اس لیے کیتھولک اور آرتھوڈکس کروآٹس کمیونسٹوں کا اقتدار تادیر برداشت نہ کر سکے۔ اس بغاوت کی وجہ سے یوگوسلاویہ کی حکمران پارٹی "کمیونسٹ لیگ" میں سے کروآٹس کمیونسٹوں کو نکال دیا گیا۔

مارشل ٹیٹو کا رُخ اب مجموعی طور پر لامرکزیت کی طرف مُڑ گیا اور اب اُس نے یہ پالیسی اختیار کر لی کہ اختیارات زیادہ سے زیادہ مرکز سے وفاقی جمہوریاؤں کو منتقل کر دیئے جائیں۔ 1950ء میں اُس نے انتظامی امور میں داخلی خودمختاری کا نظام پہلے ہی جاری کر دیا تھا، جس کی وجہ سے حالات میں کچھ سکون اور نسلی گروپوں کے اندر کسی حد تک سکون پیدا ہو گیا۔ 1971ء میں ملک کے دستور میں مزید ترمیم کی گئی اور وفاقی جمہوریاؤں کو مزید آزادی دے دی گئی اور اس طرح باری باری صدارتی کونسل کا نظام بھی رائج کیا گیا۔ یعنی ہر جمہوریہ کا صدر ایک معین وقفے کے لیے ملک کا صدر مقرر کیا جاتا تھا۔ اِس اقدام کا مقصد مختلف قومیتوں کے اندر یک جہتی کو فروغ دینا تھا۔ 1974ء کے دستور میں اِس نظام کو مزید موثر اور کارگر کر دیا گیا۔

نئے حالات میں اور 1974ء کے دستور کی بدولت مسلمانوں کے لیے بھی ایک اہم تبدیلی رونما ہوئی۔ اب تک مسلمانوں کو یوگوسلاویہ میں الگ قوم تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ 1878ء کی برلن کانگریس کے بعد مسلمانوں کو "مقامی شہری" نہیں مانا جاتا تھا۔ 1918ء میں مملکت یوگوسلاویہ کے وجود میں آ جانے کے بعد بھی یہی صورت حال تھی۔ تمام حکومتیں اُن سے یہ مطالبہ کرتی رہیں کہ مسلمان اپنے آپ کو سرب کہیں یا کروآٹس اور "یوگوسلاوی نسل" کے نام سے اپنا تشخص قائم کریں۔ مسلمان تمام ظلم و تشدد کے باوجود نہ سرب بننے کے لیے تیار ہوئے اور نہ کروآٹ۔ سرکاری کاغذات میں انہیں اگرچہ "یوگوسلاوین" بھی لکھا گیا، مگر عملاً انہوں نے ایسی کوئی پوزیشن قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ 1974ء کے دستور میں پہلی مرتبہ "اسلامی قومیت" (نیشنلٹی) کو مستقل حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور انہیں سربوں اور کروآٹس کے برابر درجہ دیا گیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے نئے حالات سے فائدہ اٹھایا اور اپنے دینی، تہذیبی اور ثقافتی وجود کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف ادارے قائم کرنے شروع کر دیئے۔ قدیم مساجد کی مرمت اور جدید مساجد کی تعمیر پر توجہ دی۔ سراجیوو میں ایک اعلیٰ سطح کا اسلامی کالج قائم کر لیا۔

## مسلمانوں اور عیسائیوں کی مخلوط شادیاں

"کمیونسٹ لیگ" کے عہدہ دار مسلمانوں کی بیداری سے بوکھلا گئے۔ مسلمانوں کو دوسری نسلوں کی سطح پر لانے سے اُن کا مقصد "مساوات" پیدا کرنا تھا اور وہ مسلسل زور دے رہے تھے کہ مسلمان اور دوسرے مذاہب اجتماعی طور پر باہم خلط ملط ہو جائیں۔ بالخصوص مخلوط شادیوں کے لیے انہوں نے زور شور سے مہم چلائی۔ یہ سلسلہ 1980ء تک جاری رہا۔ مخلوط شادیوں کی مہم "ایک مدت سے بے شعور رہنے والے" مسلمانوں کے اندر کسی حد تک کامیاب رہی۔ عبداللہ اسماعیلچ اپنے مضمون "یوگوسلاویہ کے مسئلے کا تاریخی پس منظر" میں اس موضوع پر لکھتے ہیں:

"1981ء کے اعداد و شمار کے مطابق "یوگوسلاوی قومیت" رکھنے والوں کی تعداد بارہ لاکھ ہے۔ ان کی

اکثریت مخلوط شادیوں کا نتیجہ ہے۔ مخلوط شادی کا رُخ زیادہ تر یہ تھا کہ مسلمان عیسائی لڑکی سے شادی کر لیتا تھا۔ مسلمان لڑکوں کی عیسائیوں سے شادی کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ نیز مخلوط شادیوں کو رواج بھی بوسنیا و ہرزیگووینا میں دیا گیا۔ اس کا مطلب مسلمانوں کی اکثریت کو متاثر کرنا تھا۔ چنانچہ بوسنیا کے شہر تزلا کے 21 فیصد باشندے یوگوسلاوی قومیت کے حامل ہیں۔ سراجیو میں اِن کا تناسب 16 فیصد، شہر زینسا میں 13 فیصد اور موستار میں 12 فیصد ہے۔"

مخلوط شادیوں کا سلسلہ 1980ء تک جاری رہا۔ 1979ء میں جب ایران کے شاہ کے خلاف انقلاب برپا ہُوا تو یوگوسلاویہ کے مسلمانوں پر بھی اس کا اثر پڑا۔ کمیونسٹ جو داخلی طور پر کھلے ہو چکے تھے، مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے اور مسلمان نوجوانوں پر اُنہوں نے پھر تشدد اور سخت گیری شروع کر دی۔

## یوگوسلاویہ کا خونین ڈراما

یوگوسلاویہ کی تحریک اسلامی کے ایک نوجوان مصنف نے 1985ء میں ایک مختصر کتاب لکھی تھی "الجوزۃ فی یوغوسلافیا" "یوگوسلاویہ کا خونین ڈراما"۔ مصنف نے یہ کتاب اُن رفقاء کے نام منسوب کی ہے، جن کو 1984ء میں کمیونسٹوں نے بے دردی سے شہید کر دیا تھا۔ یہاں ہم اِس کتاب کے ایک باب کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"یوگوسلاویہ کے مسلمان آج کل بڑے خوفناک اور بدترین تشدد کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اِس کا مقصد یوگوسلاویہ کے اندر اسلامی وجود کا مکمل خاتمہ ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یوگوسلاویہ میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً نصف کروڑ ہے، جبکہ کل آبادی تقریباً دو کروڑ دس لاکھ ہے۔ مگر صورتِ حال یہ ہے کہ مسلمان کو تیسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان کو اُس کی اہلیت و قابلیت کے مطابق ملازمت نہیں ملتی۔ ملازمتوں میں ترجیح کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کو دی جاتی ہے۔ مسلمان کو جس طرح عقائد میں ضربیں لگائی جاتی ہیں، اسی طرح اُسے معاشی مار بھی دی جاتی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی اعلانات تو یہ کرتی ہے کہ یوگوسلاویہ کے ہر باشندے کو دین و مذہب کی آزادی حاصل ہے، لیکن اِس اعلان کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا۔ اسلامی کتابوں کی اشاعت و طباعت ممنوع ہے۔ گھروں میں بھی مذہب کی تعلیم دینا جرم ہے، جس کی سخت سزا مقرر ہے۔ اِس جرم میں قوراجدہ کے خطیب محرم حسن بک کو پانچ سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ کمیونسٹ پارٹی یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کو "یوگوسلاوی شہری" تسلیم نہیں کرتی، بلکہ انہیں ترک سمجھتی ہے جو باہر سے آئے ہیں اور یہاں سامراج بن کر رہ رہے ہیں۔ اِن سے ہر صورت نجات پانا ضروری ہے۔ نہ صرف نجات، بلکہ اِن مسلمانوں کو مشرقی یورپ اور سلاوی اقوام پر "ترکی سامراج" کے مظالم کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ دراصل ترکوں کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے اپنے عہد میں سلاوی نسل کو مکمل طور پر نورِ اسلام سے منور نہیں کیا۔ اگر عثمانی ترک پوری توجہ کے ساتھ یہاں اسلام کی ترویج کرتے تو پورا جزیرہ نمائے بلقان آج مسلم ریاست ہوتا، حالانکہ ترک اِس علاقے پر پانچ سو سال تک حکمرانی کرتے رہے ہیں۔

یوگوسلاویہ کے عام شہری مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے اچھی طرح واقف ہیں جو عہدِ ماضی میں مسلمان اُن کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے حسنِ سلوک کا احساس انہیں اُس وقت ہو گیا تھا جب یوگوسلاویہ کے شمالی اور مغربی حصوں سے (1878ء میں) ترک دست بردار ہو گئے، اور اُن کی جگہ ہنگری و آسٹریا کے حکمران آ گئے، جنہوں نے یوگوسلاویہ کے شہریوں کو مجبور کیا کہ وہ قحبہ خانے کھولیں اور قمار خانے اور شراب نوشی کے اڈے چلائیں۔ انہوں نے یہ صورت ترک حکومت کے عہد میں نہیں دیکھی تھی۔ بہرحال، ترکوں نے یوگوسلاوی باشندوں کے ساتھ وہ بدسلوکی نہیں کی جو جرمنوں نے کی۔ جرمنوں کے عہد میں حالت یہ تھی کہ ایک جرمن کے قتل کے عوض سو یوگوسلاوی باشندے موت کے گھاٹ اتارے جاتے تھے، جن میں بچے بھی ہوتے تھے اور عورتیں بھی۔ اس کے باوجود ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ جرمن زبان یوگوسلاویہ کے سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اور جرمن گاڑی مرسیڈیز کمیونسٹ پارٹی کے عہدے داروں کی پسندیدہ سواری بنی ہوئی ہے۔ نیز ہم یہ کہیں گے کہ فرض کیجئے کہ صدیوں پہلے ترکوں نے سلاویوں کے ساتھ کبھی شدت اور سنگ دلی برتی ہوگی، لیکن اس کا کیا جواز ہے کہ اُن کا انتقام آج کے مسلمانوں سے لیا جائے۔

مسلمانوں کے ساتھ کمیونسٹوں کی دشمنی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ کمیونسٹ پارٹی نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ کسی طرح یوگوسلاویہ کے چپے چپے سے مسلمانوں کی مکمل بیخ کنی کر دی جائے، جبکہ پارٹی کو یہ بھی معلوم ہے کہ کوئی اُسے پوچھنے والا نہیں ہے اور نہ یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کی مدافعت میں کوئی اٹھنے والا ہے، بلکہ عرب سیاح بڑی تعداد میں یوگوسلاویہ آتے ہیں اور یہاں آ کر گرمیاں گزارتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان عرب ممالک سے بھی سیاح آ رہے ہیں جو مذہب پسند سمجھے جاتے ہیں اور یوگوسلاویہ کے ساتھ اُن کے سفارتی تعلقات بھی نہیں ہیں۔ یوگوسلاویہ کے محکمہ سیاحت کی طرف سے فروغِ سیاحت کے لیے ایسا پبلسٹی لٹریچر چھاپا جاتا ہے جس میں ساحلوں پر عُریاں عورتوں کی ترغیب انگیز تصویریں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی کسی عیسائی کو گرفتار تو کیا، ہاتھ تک نہیں لگا سکتی۔ اسے معلوم ہے کہ ویٹی کن کا پوپ اعظم فوراً دخل دے گا۔ کسی یہودی سے بھی تعرض نہیں کرتی، اس لیے دنیا بھر کی یہودی صحافت واویلا کرنے لگتی ہے۔ کسی یورپی ملک کے سیاح کو بھی جرم کے باوجود کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایک مرتبہ ایک برطانوی باشندے (انگریز) نے ایک یوگوسلاوی کو قتل کر دیا تھا۔ عدالت نے انگریز کو چودہ سال جیل کی سزا دی، مگر ملکہ برطانیہ نے فوراً دخل اندازی کی، اور اُس انگریز قاتل کو فوراً رہا کر کے پورے اعزاز کے ساتھ واپس بھیج دیا گیا۔

کمیونسٹوں کو نفرت اور تعصب کے لیے مسلمان مل گئے ہیں۔ مسلمان گروہ در گروہ جیلوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ جیلیں زمیں دوز ہوتی ہیں، اگر ان سے کوئی خوش قسمت نکل آتا ہے تو وہ عمر بھر کے لیے مستقل اپاہج ہو چکا ہوتا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی مسلمانوں کو ترکِ اسلام پر مجبور کرتی ہے۔ طالب علموں کو تعلیمی اداروں میں اور مزدوروں کو کارخانوں میں نماز پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ مسلمان طلبہ اور مسلمان سپاہیوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ سؤر کا گوشت کھائیں۔ اُن کے لیے الگ حلال گوشت کا انتظام "امتیازی رویّہ" سمجھا جاتا ہے جس کی یوگوسلاویہ میں اجازت نہیں ہے۔

کمیونسٹ پارٹی نے سکولوں اور کالجوں میں مسلمان طلبہ پر خوف و تشدد کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں۔ ایسے ٹیچر کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے اور اِسے خوب ترقی دی جاتی ہے جو مسلمان طالب علم کی بے عزتی کرے اور کلاس روم میں اسلام کا مذاق اُڑائے، جو مسلمان طالب علم کو یہ بتائے کہ مادہ ہی اصل معبود ہے اور مذہب افیون ہے، عربوں کی پسماندگی کا اصل سبب اسلام ہے۔ عرب بدو اور صحرا نشین ہیں اور صرف عورت بازی سے شغل رکھتے ہیں۔ اُن کے پاس جو پٹرول کی بے تحاشا دولت ہے، وہ عیاشی پر خرچ کرتے ہیں۔ فوج کے اُس افسر کو اعزازی تمغے دیئے جاتے ہیں جو مسلمان سپاہیوں کو ذلیل و رسوا کرے، اُنہیں سؤر کا گوشت کھلائے، نماز سے روکے، یہاں تک کہ بیت الخلاء میں پانی کے استعمال کی بھی اجازت نہ دے۔

(جاری ہے)

# کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اوریا مقبول جان

جس زمانے میں امت میں نسل، رنگ، زبان اور علاقے کا بیج بویا جا رہا تھا تو بیج بونے والے ایک خاص احتیاط بھی کر رہے تھے کہ اگر ہم مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلی اس مسلم قوم کو حصوں بخروں میں بانٹ دیں گے، انہیں زبان، رنگ اور نسل کی بنیاد پر تقسیم کر دیں گے تو ان علاقوں کا اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں رہنا چاہیے جو ہمارے کاسہ لیس غلام ہوں۔ ہماری مرضی پر چلیں، ان کے دل اپنے گھروں کے لیے نہیں بلکہ ہمارے لیے دھڑکیں۔ وہ اپنے اندر چھوٹے سے چھوٹا فیصلہ کرنے کی بھی استطاعت نہ رکھتے ہوں بلکہ جو کریں ہماری اجازت سے کریں۔ کب جہاد کرنا ہے، کب جہاد کرنے والوں کو غدار، دہشت گرد اور فتنہ و فساد کا منبع قرار دینا ہے۔ کس ملک سے کس وقت لڑنا ہے اور کس گھڑی صلح کا ہاتھ بڑھانا ہے۔ کب اور کتنی دیر تک ہمیں قرآنی آیات تلاوت کر کے ریفرنڈم کرانے والا حاکم چاہیے اور کب روشن خیالی کے نام پر عوام پر سالوں حکومت کی جائے۔ کس کو بلند فضاؤں میں دھماکے سے ختم کرنا ہے اور کسے ذلت و رسوائی کا طوق پہنا کر رخصت کرنا ہے۔ ایسا صرف میرے ملک پاکستان میں ہی نہیں ہوتا کہ اس قوم کے عوامی نمائندے ایک ڈکٹیٹر کا مواخذہ کرنے کا اعلان بعد میں کریں اور مہینوں پہلے سے دنیا بھر کے اخبارات اس بات کو طشت ازبام کرتے پھریں کہ امریکہ نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے بلکہ ایسا مسلم امہ کے اکثر ممالک میں ہوتا ہے۔ بعض جگہ تو بستر مرگ پر لیٹا ہوا بادشاہ اپنا ولی عہد تبدیل کرتا ہے۔ اپنے ملک واپس آتا ہے۔ فیصلہ سناتا ہے اور پھر چند دن بعد ابدی نیند سو جاتا ہے۔ گویا اُسے امریکہ کے ہسپتال سے شدید بیماری کے عالم میں صرف انہی چند دنوں کی مہلت ملی تھی تا کہ وہ اپنی مرضی کا حکمران مسلط کروا سکیں۔ مجھے کوئی حیرت نہیں ہوتی جب میرے ملک میں ہر دوسرے دن امریکی اپنے فیصلے نافذ کروانے آئے ہوتے ہیں اس لیے کہ ہم مسلمان امت کے اکثر ممالک کی طرح ہی ہیں جن کے بادشاہوں، ڈکٹیٹروں اور حکمرانوں کی زندگیوں بلکہ باعزت زندگیوں کی ضمانت امریکہ اور برطانیہ کے پاس ہوتی ہے اس کے حواری ممالک کے پاس۔

ہم اپنی خواہشات کے مطابق فیصلے کیوں نہیں کر پاتے۔ ہم اس مظلوم بستی کی طرح ہیں جہاں لوگ ملیریا سے مر رہے ہوں اور اس کے رہنما یہ فیصلہ کر دیں کہ پہلے صاف ستھرے پانی کا ٹیوب ویل لگایا جائے گا پھر لوگوں کو ملیریا کی

**اس امت کا علاج ایک ایسی بین الاقوامی تحریک ہے جو اپنے فرمانرواؤں کو واپس مرکزیت کی طرف لے کر آئے۔ مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے۔ انہیں صرف مرکزیت چاہیے۔ ایک کرنسی، ایک دفاع، ایک خارجہ پالیسی، ایک عدالتی نظام**

دوا دی جائے گی۔ لوگ سوال کرتے ہیں، مرض بتاتے ہو، مایوسی پھیلاتے ہو، علاج نہیں بتاتے۔ ہماری ذلت و رسوائی، غلامی اور کاسہ لیسی کا علاج کیا ہے؟ اگر آج سے چند سال پہلے میں یہ بات کر رہا ہوتا تو مجھے دیوانہ، فاترالعقل اور خواب دیکھنے والا قرار دے کر رد کر دیا جاتا۔ لیکن آج یہ بات ہر صاحب ہوش کو سمجھ میں آنے والی ہے۔

ذرا غور کیجیے، دنیا کے شمال میں آباد ایک ایسا خطہ جسے یورپ کہتے ہیں، جس کی تاریخ آپس میں جنگوں اور خونریزی سے اس قدر بھری ہوئی ہے کہ دنیا کے کسی اور خطے کی نہیں ہے۔ صرف پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ شہروں کے شہر کھنڈر ہو گئے۔ جس کے دامن پر سو سال طویل جنگ کے داغ بھی تھے۔ جہاں پچاس سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں اور سب اپنی زبان کے بارے میں اتنے متعصب ہیں کہ دوسرے کی زبان میں کوئی راستہ پوچھتے تو نہیں بتاتے۔ اُس یورپ نے چند سال پہلے ایک دفعہ پھر متحد ہو کر ایک طاقت بننے کا فیصلہ کیا، ایک دفاع، ایک کرنسی، ایک اجتماعی حیثیت، تو کسی کو وہاں علاقائی خود مختاری اور نسلی عصبیت یاد نہ آئی۔ ان کا یہ فیصلہ تاریخ کے اس پہیے کو واپس موڑنے کے مترادف تھا۔ اب آئیں اسی مغرب اور امریکہ کے دلوں میں بیٹھے ہوئے خوف کی طرف جو اگر حقیقت بن جائے تو ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جائیں۔ امریکہ کے جارج بش اور برطانیہ کے ٹونی بلیئر نے بار بار کانگریس اور پارلیمنٹ کے سامنے جب مسلمانوں کے خلاف چارج شیٹ پیش کی تو دونوں نے ایک ہی انگریزی میں ایک فقرہ بولا "TheyWant Khilafa Back" یہ خلافت کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ وہ خلافت جو اگرچہ بہت کمزور ہو گئی تھی لیکن پھر بھی برداشت نہ تھی اور لارنس آف عریبیہ کے ذریعے مسلمانوں میں نسلی منافرت کا بیج بو کر توڑ دی گئی۔ یہ کمزور ترین عثمانی خلافت جو مسلمانوں کی مرکزیت کی علامت تھی اسے عین اس وقت توڑا گیا جب اس کے زیرِ نگیں عرب علاقوں سے تیل برآمد ہو رہا تھا تا کہ یہ اس دولت سے مالا مال ہو کر عالمی طاقت کی حیثیت نہ اختیار کر لیں۔ اسی لیے تیل والے حصوں کو چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن اسی گئی گزری خلافت عثمانیہ کا جاہ و جلال یہ تھا جب 1525ء میں فرانس کے بادشاہ فرانس اوّل کو پاویا کی جنگ میں گرفتار کر لیا گیا تو فرانس نے خلیفہ سلیمان کو خط کے ذریعے مدد کے لیے پکارا اور سلیمان القانونی نے اسی طرح اپنا اثر رسوخ استعمال کیا جیسے آج امریکہ استعمال کرتا ہے اور فرانس کے بادشاہ کو رہائی دلائی۔ فرانس کے مشہور ادیب والٹیئر نے ایک ڈرامہ تحریر کیا جس میں سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخی تھی۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی نے فرانسیسی سفیر کو بلایا اور اس کے سامنے نیام سے تلوار نکال کر رکھ دی۔ سفیر باہر نکلا اور چند گھنٹے بعد ڈرامہ بند ہو چکا تھا۔ برطانیہ کو کہا۔ وہاں بادشاہ نے جواب دیا ڈرامے کی ٹکٹیں فروخت ہو چکی ہیں اور اس پر پابندی لگانا آزادی رائے کے خلاف ہے۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی نے کہا تو پھر

**فرانس کے مشہور ادیب والٹیئر نے ایک ڈرامہ تحریر کیا جس میں سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخی تھی۔ خلیفہ عبدالحمید ثانی نے فرانسیسی سفیر کو بلایا اور اس کے سامنے نیام سے تلوار نکال کر رکھ دی۔ سفیر باہر نکلا اور چند گھنٹے بعد ڈرامہ بند ہو چکا تھا**

مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے پر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پیغام ملتے ہی ڈرامے پر پابندی لگا دی گئی۔ یہ اس شخص کا حال تھا جو مسلم خلافت کا آخری تاجدار تھا۔ وہی خلیفہ جس کو یہودی صیہونی تنظیم کے بانی ہرزال نے فلسطین کا صحرا حاصل کرنے کے لیے اربوں روپے کی پیشکش کی تو اس نے کہا میرے جسم کو قینچیوں سے کاٹ دیا جائے تب ہی ایسا ہو سکتا ہے اور پھر اس کی مرکزیت ختم ہوتے ہی اسرائیل وجود میں آ گیا۔ اسی خلافت کے آخری ایام تک الجزائر کا گورنر امریکہ سے سالانہ دس لاکھ ڈالر اور بارہ ہزار عثمانی سکے خراج کے طور پر وصول کرتا تھا کہ اس کے تجارتی جہاز بحیرۂ قلزم سے گزر سکیں اور صرف اس مرکزیت کے خاتمے کے بعد اس کے جنگی بیڑے ہر سمندر میں رواں دواں ہیں۔ اس امت کا علاج ایک ایسی بین الاقوامی تحریک ہے جو اپنے فرمانرواؤں کو واپس اس مرکزیت کی طرف لے کر آئے جیسے یورپی یونین ہزار خونریزیوں کے بعد آئی۔ جس امت کے پاس 70 فیصد توانائی کے وسائل ہوں، جس کے ممالک کی افواج کی تعداد چالیس لاکھ ہو، جس کے ملکوں کے پاس امریکہ سے زیادہ لڑاکا جہاز ہوں، جس کی زمینیں زرخیز اور لوگ سرفروش ہوں، انہیں صرف مرکزیت چاہیے۔ ایک کرنسی، ایک دفاع، ایک خارجہ پالیسی، ایک عدالتی نظام۔ یہ سب دیوانے کا خواب ہے۔ یہ خواب کیسے پورا ہو سکتا ہے۔ کوئی امریکہ سے سند حاصل کرنے والا لیڈر اسے پورا نہیں کر سکتا، لیکن امریکہ شاید اسے خود پورا کر دے۔ اس کی خونخوار افواج جب ملکوں ملکوں داخل ہونا شروع ہوں گی تو اس سے مقابلہ کرنے والے جانبازوں کے جتھوں کے لیے بھی سرحدیں بے معنی ہو جائیں گی۔ جب دشمن کا ظلم ایک جیسا ہو گا تو مظلوم کے خون سے پھر عرب، عراقی، مصری اور پاکستانی کی بو نہیں آئے گی۔ یہی وہ دن ہے جس سے بش بھی خوفزدہ ہے اور مغرب بھی۔ لیکن اس دن کی سچائی میرے ہادیٔ حق کے اس اعلان میں پوشیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا پھر کاٹ کھانے والی بادشاہتوں کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔

یہی اقبال کا خواب تھا جو آج اس کا لوحِ مزار بھی ہے۔

نہ افغانیم، نے ترک و تتاریم
چمن زادیم من از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ من پروردۂ یک نو بہاریم

نہ میں افغانی ہوں، نہ ترک نہ تاتاری۔ میں ایک ہی چمن کی شاخ کا پھول ہوں۔ مجھ پر رنگ و نسل کی تمیز حرام ہے کہ میں ایک ہی بہار کا پالا ہوا ہوں۔

(بشکریہ روزنامہ 'ایکسپریس')

# تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا دعوتی و تنظیمی اجتماع

26 جولائی 2008ء کو قرآن اکیڈمی لاہور میں حلقہ لاہور کا تنظیمی اجتماع منعقد ہوا۔ رفقاء نے مغرب کی نماز قرآن اکیڈمی میں ادا کی۔ پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے امیر حلقہ نے پروگرام کی تفصیلات سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری حافظ عاطف عماد نے ادا کی۔ انہوں نے سورۃ زخرف کے 5ویں رکوع کی تلاوت و ترجمہ کے بعد گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عموماً ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ نافرمان قوموں پر جن صورتوں میں عذاب بھیجا صرف وہی صورتیں عذاب کی ہیں۔ جیسے کسی قوم پر نشان زدہ پتھروں کی بارش ہوئی، کسی پر تیز آندھی کی صورت میں عذاب آیا وغیرہ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجتا ہے، شاید کہ لوگ لوٹ آئیں۔ اگر ہم غور کریں تو آج ہم (مسلمانانِ پاکستان) انہی چھوٹے چھوٹے عذابات میں مبتلا ہیں۔ مثلاً مہنگائی کا عذاب ہے، بجلی کی لوڈشیڈنگ کا عذاب ہے، اس کے علاوہ اور کئی چھوٹے عذاب ہیں کہ ہم جن کی زد میں ہیں۔ یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہمارے لیے تنبیہہ ہیں، اور ہمارے اعمال کی وجہ سے ہیں۔ ان سے نجات کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے کہ ہم اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں، اس کی طرف رجوع کریں، اور اللہ کی دھرتی پر اللہ کے نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔

ان کی پُر تاثیر گفتگو کے بعد امیر حلقہ نے مرکزی ناظم نشر و اشاعت مرزا ایوب بیگ کو دعوت دی کہ وہ حالات حاضرہ اور پاکستان کے حوالے سے گفتگو کریں۔ مرزا ایوب بیگ نے قیام پاکستان کے پس منظر سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان مملکت خداداد ہے۔ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جمعۃ الوداع اور شب قدر کو وجود میں آیا۔ یہ ہم پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ ذہن میں رہے کہ اس وقت دنیا میں دو سپر پاورز تھیں: ایک امریکہ جس میں عیسائیت بحیثیت ایک مذہب کے موجود تھی اور دوسری اس کے بالمقابل روس کی خدا بیزار طاقت تھی۔ اندریں حالات قدرتی طور پر ملک پاکستان کے تعلقات امریکہ سے بڑھے، حالانکہ جغرافیہ کے لحاظ سے وہ ہم سے سات سمندر پار تھا۔ یاد رہے کہ آج کے اور اس وقت کے امریکہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے ہمیں استعمال کیا یا ہم امریکہ کے لئے استعمال ہوئے، جو بھی صورت ہوئی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن گئے۔ اور امریکہ نے حسب منشا پاکستان کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمارے سیاستدانوں ہی کو نہیں پاکستانی فوج کو بھی استعمال کیا۔ اس کا حوالہ شہاب نامہ میں موجود ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آج ہم خوفناک حالات سے دوچار ہیں۔ امریکہ نے ہمارا تیا پانچہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے اور وہ اس پر درجہ بدرجہ عمل کر رہا ہے اور بالخصوص ہمارا ایٹمی پروگرام اس کی اور اسرائیل کی آنکھوں میں بری طرح کھٹک رہا ہے۔ وقت کی تنگی کے باعث یہ موضوع تشنہ رہا۔ اس کے بعد رفقاء نے اجتماعی کھانا کھایا اور عشاء کی نماز ادا کی۔

اس کے بعد امیر حلقہ نے بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔ بانیٔ تنظیم نے کہا کہ آج کافی عرصے کے بعد مجھے آپ رفقاء سے گفتگو کا موقع ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سورۃ اعلیٰ کی جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (اے نبی) آپ یاد دہانی کرائیے اگر یاد دہانی مومنین کے لئے فائدہ مند ہے۔ اگرچہ آج جو باتیں میں کر رہا ہوں، یہ پہلے بھی بار بار بیان ہو چکی ہیں لیکن یاد دہانی کا اپنا فائدہ ہے، لہٰذا بطور یاد دہانی چند باتیں ذہن میں تازہ کر لیں۔ پہلی بات یہ کہ ہمارا نصب العین صرف اور صرف اللہ کی رضا اور نجات اخروی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ہمارا نصب العین نہیں ہے۔ اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے دینی فرائض کے جامع تصور کی ادائیگی کی کوشش ضروری ہے۔ ان فرائض کو ادا کرنے کے لئے سب سے ضروری شے ایمان ہے۔ ایمان جتنا گہرا ہو گا، اتنی ہی دینی فرائض کی ادائیگی آسان ہوتی جائے گی۔ حصول ایمان کا اصل ذریعہ قرآن مجید ہے۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اس کا فہم حاصل کریں اور آپ کو اتنی عربی آتی ہو کہ جب آپ قرآن پڑھیں تو ایک رواں ترجمہ آپ کے ذہن میں آتا جائے۔ یہ قرآن فہمی کی کم از کم سطح ہے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے انجمن خدام القرآن اور تنظیم کی سطح پر بہت سے کورسز اور کلاسز کا اہتمام کیا ہے۔ اس ضمن میں میرا مشورہ ہے کہ حلقہ کی سطح پر ایک جائزہ لیا جائے کہ ہمارے رفقاء میں سے عربی سیکھنے کے لئے کتنے ساتھیوں نے وقت نکالا ہے اور اس حوالے سے رفقاء کو ذوق و شوق دلایا جائے۔ دوسری بات یہ ذہن نشین کی جائے کہ تنظیم اسلامی اقامت دین کی جدوجہد کے لئے قائم کی گئی ہے۔ یہ کسی اور مقصد کے لئے قائم نہیں کی گئی اور اقامت دین کی جدوجہد کے ضمن میں ہمارے لیے رہنمائی حضور اکرم ﷺ کا طریق انقلاب ہے۔ اور اس انقلابِ محمدیؐ کی تفہیم کا ذریعہ سیرت النبیؐ کا مطالعہ ہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اس پر تاثیر خطاب کے بعد امیر حلقہ نے پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا اور پروگرام بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: محمد یونس، معتمد حلقہ لاہور)

## کشمیری پھر متحد ہونے لگے

پچھلے ماہ بھارتی حکومت کے ایک اقدام نے آخر کشمیریوں کو پھر دو قومی نظریے کا احساس دلا دیا اور یہ یاد کرایا کہ وہ غلاموں جیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہوا یہ کہ حکومت نے کئی ایکڑ زمین ایک مندر کو دینے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں یاتریوں کے لیے مہمان خانے بنائے جاسکیں۔ مگر کشمیریوں کو یہ لگا کہ جس طرح چینی حکومت مشرقی ترکستان (سنکیانگ) میں چینیوں کو بسا کر ایغور مسلمانوں کو اقلیت میں بدل رہی ہے، اسی طرح بھارتی حکومت بھی آہستہ آہستہ ہندوؤں کو وادی میں بسا کر اُسے اپنا علاقہ بنانا چاہتی ہے۔

خطرے کے اسی احساس نے کشمیری مسلمانوں کو متحد کر دیا اور وہ آپس کے اختلافات بھلا کر اس ناروا فیصلے کے خلاف زبردست احتجاج کرنے لگے۔ ان کی پولیس سے کئی جھڑپیں ہوئیں، جن میں چھ افراد شہید جبکہ کئی سو زخمی ہوئے۔ کشمیریوں کے پرزور احتجاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارتی حکومت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ یہی نہیں، اس مسئلے پر ریاستی حکومت اپنی اکثریت کھو بیٹھی اور وہاں گورنر راج قائم ہو گیا۔

اب چند ہفتوں کے وقفے کے بعد بھارتی حکومت نے پھر فیصلہ کیا کہ زمین مندر انتظامیہ کے حوالے کر دی جائے۔ اس پر کشمیری مسلمان پھر احتجاج کرنے لگے مگر اس بار خود ہی یا بھارتی حکومت کی ایما پر جموں کے ہندو منتقلی زمین کے حق میں کھڑے ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کے مظاہرے شدت اختیار کر گئے۔ یہاں تک انہوں نے وادی جانے والی شاہراہ بند کر دی ہے۔ یہی شاہراہ وادی کشمیر کو بھارتی سرزمین سے ملاتی ہے۔ اس بندش کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاہراہ پر چلنے والی ٹریفک رک گئی۔ کھانے پینے کا سامان، ایندھن اور خصوصاً ادویہ وادی میں آنا بند ہو گئیں کیونکہ یہ تمام چیزیں ٹرکوں اور لاریوں کے ذریعے ہی آتی ہیں۔ اِدھر وادی میں باغبانوں اور زمینداروں کے پھل اور سبزیاں سڑنے لگیں۔

ماہرین اور خود کشمیری عوام کے مطابق 1947ء کے بعد وادی جموں و کشمیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین یہ سخت ترین تصادم ہے۔ جموں میں انتہا پسند ہندوؤں نے تو مسلمانوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ یہاں سے چلے جائیں ورنہ ان کے گھر جلا دیے جائیں گے۔ اُدھر وادی میں مظاہرین پولیس کے ساتھ جھڑپوں میں مصروف ہیں۔

صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے 9 اگست کو بزرگ کشمیری رہنما سید علی شاہ گیلانی کی زیر صدارت مختلف تنظیموں کا اجلاس ہوا۔ اس میں آل پارٹیز حریت کانفرنس کے دوسرے دھڑے کے رہنما بھی شریک تھے۔ نیز تاجر، زمیندار اور ٹرانسپورٹر بھی شریک ہوئے۔ اجلاس میں طے پایا کہ اگر جموں کے ہندوؤں نے بند شاہراہ نہ کھولی تو وادی کے تاجر اپنا سامان اور پھل و سبزیاں مظفر آباد لے جائیں گے تاکہ انہیں خراب ہونے سے بچایا جاسکے۔ سید علی گیلانی نے جموں کے ہندوؤں سے اپیل کی کہ شاہراہ کھول دیں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی باور کرایا کہ وادی کی ایک انچ زمین بھی مندر کو نہیں دی جائے گی۔

سید صاحب نے بھارتی حکومت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ وہ موجودہ حالات میں ایک تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔

بہرحال جموں کے ہندوؤں کی کارروائی سے ان کا اصل چہرہ سامنے آ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی برس بعد وادی کے مسلمانوں کی تنظیمیں مل بیٹھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف اتحاد و اتفاق کی برکت ہی سے وہ ہندوؤں کو منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ اگر آج تمام کشمیری اٹھ کر تحریک آزادی شروع کر دیں، تو بھارتی حکومت کیا دنیا کی کوئی سپر پاور بھی ان کی راہ مسدود نہیں کر سکتی۔

## موریطانیہ میں فوجی انقلاب

مسلمان افریقی ملک موریطانیہ میں فوج نے دوبارہ اقتدار سنبھال لیا ہے۔ وہاں کی فوج کو بھی شاید حکمرانی کے مزے لوٹنے کا چسکا پڑ گیا ہے۔ 2005ء میں فوج نے صدر محی اولد کا تختہ الٹ دیا تھا۔ پھر پچھلے سال انتخابات ہوئے، تو صدر سیدی محمد اور شیخ عبداللہی برسر اقتدار آئے۔ لیکن اب صدر نے فوج کے چند جرنیلوں کو گھر کا راستہ دکھانا چاہا، تو انہوں نے انہی کا بستر گول کر دیا۔ فوج کا اصل کام سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔ حکومت کرنا سیاست دانوں ہی کو زیب دیتا ہے۔ مگر مسلم ممالک میں صورتحال مختلف ہے۔ نااہل رہنماؤں کو برطرف کرنے کے لیے فوج ضرور معاملات میں ٹانگ آڑائے مگر پھر ملک کی باگ ڈور باصلاحیت سیاست دانوں کو دے کر بیرکوں میں واپس چلی جائے۔

## رسول پاک ﷺ کے نام کی برکت

ماہرین کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ رکھا جانے والا نام "محمد" ہے۔ ویسے اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ مسلمان اپنے نبی پاک سے جتنی محبت کرتے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس حقیقت کا اظہار پچھلے دنوں لیبیا کے شہر زویا میں بھی دیکھنے کو ملا۔

زویا کے سٹی اولمپکس کلب نے یہ منصوبہ بنایا کہ ایک دن 'محمد' نام کے تمام بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو جمع کیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ تین ہزار افراد آجائیں گے، مگر بوقت تقریب بیس ہزار بچے، بوڑھے اور نوجوان جمع ہو گئے، جن کا نام محمد تھا۔ ایک ہی نام کے افراد کا ایک ہی جگہ اتنی بڑی تعداد میں اکٹھا ہونا ریکارڈ ہے اور اسے اب گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کیا جائے گا۔

## مالدیپ کا نیا آئین منظور

صدر مامون عبدالقیوم نے مالدیپ کے نئے آئین کی منظوری پر دستخط کر دیے ہیں۔ یہ آئین گزشتہ چار سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس آئین نے کئی اختیارات صدر سے چھین کر وزیراعظم کو دے دیے ہیں اور یوں دونوں کے مابین توازن پیدا ہو گیا ہے۔ ورنہ پہلے مالدیپ میں صدر کو آمر جیسی حیثیت حاصل تھی۔ اب آئین کی رو سے ملک میں کثیر جماعتی انتخابات بھی ہوا کریں گے۔

## سیمی بحال ہو گئی

2001ء میں بھارتی حکومت نے نوجوان مسلمانوں کی تنظیم سٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ آف انڈیا (SIMI) پر دہشت گردی کا الزام لگا کر پابندی لگا دی تھی۔ اس کے بعد جب بھی کہیں بم دھماکہ ہوتا، تو بھارتی پولیس سیمی کے کارکنوں پر الزام لگا دیتی۔ اس لیے حکومت سیمی پر پابندی کا عرصہ بڑھاتی چلی گئی۔ آخر تنظیم کے رہنما معاملہ دہلی ہائی کورٹ لے گئے۔ اب دہلی ہائی کورٹ کے ٹریبونل نے سیمی پر عائد پابندی ہٹانے کا حکم دیا ہے۔ ٹریبونل کے ججوں کا کہنا ہے کہ انہیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ اس تنظیم پر پابندی لگا دی جائے۔ یاد رہے، سیمی 1977ء میں جماعت اسلامی ہند کے کارکنوں نے قائم کی تھی۔ بھارتی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرے گی۔

## نئی اسرائیلی بستیاں

یورپی یونین نے اسرائیل کو انتباہ کیا ہے کہ وہ مقبوضہ فلسطینی عداالتوں اور مشرقی یروشلم میں نئی یہودی بستیاں تعمیر نہ کرے کیونکہ یہ عمل امن کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ لیکن اسرائیلی حکومت ہے کہ قانون، اخلاقیات اور بین الاقوامی معاہدوں کی پروا کیے بغیر انہیں تعمیر کرتی چلی جارہی ہے۔ امریکہ اور اس کے حواریوں کو اسرائیل کی یہ قانون شکنی نظر نہیں آتی۔ یہ جانبداری کیا ظاہر کرتی ہے، یہی نا کہ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صیہونی اور صلیبی متحد ہیں اور اُن کا نام و نشان مٹا دینا چاہتے ہیں۔

## بقیہ: اداریہ

خوبصورت اور بڑے پل تعمیر ہو گئے ہیں' شاندار رہائشی کالونیاں بن چکی ہیں۔ قبل از تقسیم مسلمان کے پاس سائیکل نہیں ہوتی تھی' اب گاڑیوں کی لمبی قطاریں ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ کن کے لیے ہے؟ کون ان وسائل سے استفادہ کر رہا ہے؟ یقیناً یہ لوگ ملک میں 4 یا 5 فیصد سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن انہوں نے اپنی ان آسائشوں کے حصول کے لیے 40 ارب ڈالر سے زائد کا قرضہ غریب عوام کی کمر پر لاد دیا۔ یہ نتیجہ ہے اس انحراف کا جو مقصد اور ہدف کے حوالہ سے کیا گیا ہے۔ اگر مفکر اسلام اور مصور پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم کے مطابق ہم ایک ایسی اسلامی حکومت قائم کرتے جو دور ملوکیت میں اسلام کے چہرے پر پڑے ان پردوں کو ہٹا دیتی جنہوں نے اسلام کے Socio-Economic سسٹم کو ڈھانپ رکھا تھا اور اسلامی نظام نافذ کر دیا جاتا تو نظام اسلام کی برکات سے پاکستان وہ ملک بن سکتا تھا جہاں صاحب نصاب کو یہ پریشانی ہوتی کہ وہ اپنی زکوٰۃ کس کو دے۔ آج معاشی بدحالی اور قرضوں کے انبار کی وجہ سے ہم امریکی ڈکٹیشن نہ لے رہے ہوتے۔ آج ہم امریکہ کے اتحادی بننے پر مجبور نہ ہوتے اور اپنے مسلمان بھائیوں کا خون نہ بہا رہے ہوتے۔ اب بھی وقت ہے، مہلت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ حکمران ٹولہ سیاست دان ہوں یا فوجی اور سویلین بیوروکریسی، کبھی ایسا عادلانہ نظام نہیں چاہے گا جس سے ان کے پیٹ پر لات پڑے۔ اسلام کے عادلانہ اور بابرکت نظام کی تحریک عوام کو اٹھانی ہو گی، ایک منظم اور تربیت یافتہ لوگوں کی تحریک جو تشدد سے اجتناب کرتے ہوئے مراعات یافتہ ٹولے کو پسپائی پر مجبور کر دے۔ اگر اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی نیت سے اللہ کو راضی کرنے کی خواہش سے یہ تحریک اٹھائی جائے گی تو یقیناً غیب سے مدد حاصل ہو گی۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں وگرنہ اللہ کا عذاب نازل ہوا چاہتا ہے وہ بھارت کے ہاتھوں ہو یا امریکہ کے۔ یہ عذاب مذہبی اور طبقاتی تقسیم سے بالا ہو گا۔ یہ امراء کے محلوں تک پہنچے گا تو غریب کی کٹیا بھی نہیں چھوڑے گا۔ اسی یوم آزادی پر عہد کریں کہ توبہ کریں گے' لوٹیں گے' رجوع کریں گے اور پاکستان کو اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنائیں گے۔ مشرق و مغرب سے اٹھنے والے طوفان سے اسی صورت نجات حاصل ہو گی۔

**پریس ریلیز** — 8 اگست 2008ء

## ڈالروں کی خاطر جذبۂ ایمانی سے سرشار مسلمان خاتون عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالہ کرنا ظلم اور بے حمیتی کی انتہا ہے

### دین حق کے قیام ہی سے دنیا میں حقیقی امن وامان قائم ہو سکتا ہے

### مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں پریشانی کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا عادلانہ نظام نافذ نہیں کیا

**حافظ عاکف سعید**

جذبۂ ایمانی اور خدمت قوم کے جذبے سے سرشار ایک تعلیم یافتہ مسلمان خاتون ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو تین بچوں سمیت امریکہ کے حوالے کرنے کا معاملہ ظلم اور بے حمیتی کی انتہا ہے۔ بش جو فرعونِ وقت بنا بیٹھا ہے، اس کے نمائندے مقامی فرعون چند ڈالروں کی خاطر اپنے عوام کو پکڑ پکڑ کر اس کے حوالے کر رہے ہیں۔ ایسے ظالم حکمرانوں کو ان کے بہیمانہ ظلم کی بھرپور سزا اللہ کی عدالت میں مل کر رہے گی، تاہم ایسے حکمرانوں کا قوم پر مسلط ہونا اللہ کے دین سے بے وفائی کی سزا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ از روئے قرآن زمین پر جو بھی فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے، وہ انسانوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ جب اُمت مسلمہ اللہ اور دین سے بے وفائی اختیار کرتی ہے تو دنیا میں ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق دین حق کے قیام سے ہی دنیا میں حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حقیقی ایسی خوشحالی بھی نفاذ شریعت کے نتیجے میں میسر آتی ہے کہ جس میں عوام الناس بھی دنیاوی امن و سکون اور خوشحالی سے فیض یاب ہو سکیں۔ بعض احادیث کے مطابق شریعت کی ایک حد کی تنفیذ کی برکات چالیس دن اور رات کی بارش سے حاصل ہونے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ آج عوام مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں اس لیے پریشان ہیں کہ ہم نے یہاں اللہ کے دین کو نافذ نہیں کیا۔ اگر ہم اللہ کی شریعت کو نافذ کر دیں تو نہ صرف یہ سب عذاب ٹل جائیں گے بلکہ قرآن کے وعدے کے مطابق دنیا میں سربلندی اور قوت و اقتدار سے بھی سرفراز ہوں گے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی

**ڈاکٹر اسرار احمد**

کے پانچ خطبات جو سالانہ محاضرات ۱۹۹۱ء میں دیئے گئے

**حقیقت ایمان**

تسوید و ترتیب: مولانا ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور

اہم موضوعات: ○ ایمان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم ○ ایمان کا موضوع
○ قانونی اور حقیقی ایمان کا فرق اور ان کے ضمن میں کلامی مباحث
○ ایمان و عمل کا باہمی تعلق ○ ایمان اور نفاق ○ ایمان حقیقی کے سرچشمے

اشاعت خاص: 120 روپے اشاعت عام: 60 روپے

خوشخبری

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی و عصری علوم کی منفرد دانش گاہ

# کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

امسال بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم کا آغاز بھی کیا جا رہا ہے

قیام و طعام کی سہولت موجود ہے

191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ فون: 5833637 (042)

## علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

## خصوصیات

- ☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
- ☆ تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام
- ☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
- ☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
- ☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
- ☆ خوبصورت عمارت اور کلاس روم
- ☆ کمپیوٹر لیب
- ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
- ☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
- ☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
- ☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
- ☆ قرآنی موضوعات پر فکری و علمی رہنمائی
- ☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
- ☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
- ☆ وقت کا موثر استعمال
- ☆ مواقع تفریح کی فراہمی

## شرائط داخلہ

- ☆ دینی مدارس کے طلبہ درجہ اولیٰ کے لیے درجہ متوسطہ اور درجہ ثانیہ کے لیے درجہ اولیٰ پاس ہونا لازمی ہے یا
- ☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
- ☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
- ☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
- ☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

مقامی و دیگر شہروں کے طلبہ کے لیے

**درجہ اولیٰ اور ثانیہ (میٹرک)**

**میں نئے تعلیمی سال کے**

**داخلے جاری ہیں**

## معلومات داخلہ

- ☆ داخلے امسال شعبان سے لے کر 20 شوال تک جاری رہیں گے
- ☆ 21 شوال کو ٹیسٹ/انٹرویو ہوگا، ان شاء اللہ
- ☆ 22 شوال کو رزلٹ کا اعلان ہوگا،
- ☆ 25 شوال سے نئے اسباق کا آغاز ہوگا۔ ان شاء اللہ
- ☆ تفصیلی معلومات کے لیے ناظم کلیۃ القرآن/ناظم شعبہ تدریس قرآن اکیڈمی لاہور سے رابطہ کریں!

**دیگر شہروں میں رابطہ مراکز:**

- کراچی: قرآن اکیڈمی، DM-55 درخشاں، خیابان راحت، فیز 6، ڈیفنس کراچی فون: 3-5340022(021)
- پشاور: 18-A ناصر مینشن، شعبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2۔ فون: 2214495 (091)
- ملتان: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی فون و فیکس: 6520451(061)
- فیصل آباد: انجمن خدام القرآن، قرآن اکیڈمی روڈ، سعید کالونی نمبر 2۔ فون: 8520869(041)
- اسلام آباد: 31/1 فیض آباد ہاؤسنگ سکیم 1-8/4 فون: 4434438(051)

برائے رابطہ

ناظم کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

(042)5833637 - 5860024